883

ایک مشرقی کتب خانہ

(کتب خانہ خدابخش بانکی پور پٹنہ)

از

دی ، سی ، اسکاٹ او کونر

سید مبارز الدین رفعت ایم اے
معلم ادبیات فارسی جامعہ عثمانیہ

پبلیشر:-
انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

قیمت ۳/
طباعت زیر اہتمام
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ دہلی

تعداد طبع ۱۰۰۰ جید پریس دہلی

مطالب

مترجم کی عرض

سنہ ۱۹۴۲ء میں راقم کو اپنے امتحان ایم اے کے مقالے کی تیاری کے سلسلے میں اس مجموعۂ نوادرات کی زیارت کا موقع ملا ہے جو خدا بخش لیبریری پٹنہ کے نام سے مشہور اور دی پبلک اورنٹل لائبریری بانکی پور کے نام سے متعارف ہے۔ عرصہ ہوا کہ حکومت ہند کی سرپرستی میں ان نوادرات کی مفصّل اور مشرح فہرست بیس ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ لیکن یہ فہرست بیشتر عالموں اور متخصصوں کے کام کی ہے۔ عام قاریوں کا اس تک پہنچنا اور اس سے لطف اندوز ہونا آسان کام نہیں۔ ان نوادر کی زیارت کے بعد بار بار یہ تمنا دل میں کروٹ لیتی رہی کہ کاش کوئی اہل قلم ان کا حال دلکش اور دلچسپ انداز میں اجمالاً بیان کرکے انھیں عام قاریوں سے روشناس کراتا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی زمانے میں اس موضوع پر اسکاٹ اوکونر کی چھوٹی سی کتاب راقم کی نظر سے گذری۔ مصنف نے جس دل کش اور جاذب انداز میں اس کتب خانے کا حال لکھا ہے، اسے دیکھ کر بے اختیار دل سے داد نکلی۔ عام طور پر کتب خانوں اور کتابوں کا بیان ایک خشک موضوع سمجھا جاتا ہے۔ لیکن تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ کتابوں کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے کونر نے جو انوکھا اور دل کش انداز اختیار کیا ہے،

اس سے موضوع کی خشکی تمام تر غائب ہوگئی ہے اور کتاب کے پڑھنے میں ادب کا سا لطف آتا ہے۔ اس کے سوا انھوں نے جس والہانہ انداز میں اسلامی مشرق کے آرٹ، مصوری، خطاطی اور نقاشی کی داد دی ہے وہ ان کے صاحب نظر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ بے اختیار جی چاہا کہ جب تک کوئی اہل قلم اس موضوع پر اردو میں قلم اٹھائے اس کتاب کے ترجمے سے اردو پڑھنے والوں کو محروم نہ رکھا جائے۔

ترجمے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ اصل انگریزی طرز بیان کی دلآویزی ہاتھ سے جانے نہ پائے اور غالباً یہ کہنا تعلّی میں داخل نہ ہوگا کہ بڑی حد تک اس مقصد میں مترجم کو کامیابی رہی

آخر میں منتخب فارسی اور عربی نوادرات کی ایک فہرست دی گئی ہے تاکہ اگر پڑھنے والے کی دلچسپی اور بڑھے تو یہ فہرست اس کے شوق میں ممد و معاون بن سکے۔

مبارزالدین رفعت

حیدرآباد

سنہ ۱۹۵۰ء

مصنف کا دیباچہ

اس چھوٹی سی کتاب کے پہلے حصہ کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ کھوج لگانے والے کا ہاتھ دھیرے سے تھام کر اسے نادر اور قیمتی چیزوں کے باغ کی چار دیواری کے اندر پہنچا دیا جائے جس کے بغیر شاید وہ ان کے وجود سے بے خبر ہی رہ جائے۔

دوسرے حصے میں جان کار عالم اپنی تحقیقات میں مدد لینے کے لئے دو رہنماؤں کو اپنی خدمت پر کمربستہ پائے گا۔

یہ چھوٹی سی کتاب نادر چیزیں جمع کرنے والوں کو اس کتاب خانے سے اپنی جمع کی ہوئی نادر چیزوں کا مقابلہ کرنے کا موقع دے گی۔ اس کے سوا اگر کوئی چھاپنا چاہے تو اس کتاب کی بعض نادر قلمی نسخوں کی اشاعت میں مدد دے گی۔ ہندوستان سے باہر کے مسافروں کے لئے یہ کتاب اس کے بہت سے تجربوں میں ایک اور تجربے کے اضافے کا باعث بنے گی۔ یہ تجربے ایک ایسے ملک میں اس کا انتظار کر رہے ہیں جو اپنی حسین چیزوں کو عام لوگوں کی نظروں سے چھپانے کا بہت پرانے زمانے سے شائق چلا آرہا ہے۔

اس کتاب کا لکھنے والا شہر پٹنہ کا شکر گزار ہے۔ یہاں اس

نے سردیوں کے دو خوش گوار موسم گذارے اور یہاں اس کی بہت سی دل خوش کرنے والی گھڑیاں ان کتابوں کی صحبت میں بسر ہوئیں جن کا حال اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔



مولوی خدابخش سی۔ آئی۔ ای۔ مرحوم

پہلا حصہ

کتب خانہ خدا بخش یا جیسا کہ وقف نامہ میں اس کے بانی نے انکسار کے ساتھ اسے "دی پٹنہ اورینٹل پبلک لبریری" کا نام دیا ہے دنیا میں اسلامی ادبیات کے بے بہا خزانوں میں ایک نفیس ترین خزانہ ہے۔

یہ کتب خانہ ہمیشہ کے لئے ـــــــ جہاں تک انسان کے بس میں مستقبل کی صورت گری ہے ـــــــ پٹنہ میں قائم کیا گیا ہے۔ پٹنہ وہ شہر ہے جو پچیس سو سال سے زمانے کے کتنے ہی تماشے دیکھتا آیا ہے۔ پٹنہ نیک دل شہنشاہ اشوک کا شہر رہا جس نے اپنی دنیا پر مہر و محبت کے ساتھ حکمرانی کی کوشش کی۔ پٹنہ اس کے دادا مہم پسند چندر گپت موریا کا شہر رہا۔ اسی چندر گپت نے دریائے جہلم کے ساحل سے لوٹتے ہوئے سکندر سے مشرقی مملکت کے راز سیکھے۔ پٹنہ سفیر منگا ستھینز کا شہر رہا جس نے یہاں اپنی زندگی کے آٹھ سال بسر کئے اور جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے تین سو سال پہلے کے ایک ہندستانی شہر کی زندگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر بنا کر یورپ والوں کے لئے چھوڑ گیا۔

اور یہیں اسی شہر کی گلیوں میں، اس شہر کے بننے سے پہلے، اور

ایسے وقت جب کہ اس کے بنانے والے اس کی بنیادیں ہی اٹھانے میں لگے ہوئے تھے، لوگوں نے مہاتما بدھ کو آتے جاتے دیکھا۔ ان کا فکرمند اور اُترا ہوا مکھڑا دیکھا۔ ان کو نجات دلانے والی دنیا کی کھوج میں گھومتے دیکھا۔ اسی لئے تو آج بھی دُنیا کے چار کروڑ سے زیادہ انسان اس شہر کو ایک مقدس مقام مانتے ہیں۔

اس طرح اس کتب خانے کو بڑا اچھا ماحول ملا ہے۔ تو خود کتب خانہ بھی کچھ کم امتیاز کا حامل نہیں۔ اس کے اندر گزرے ہوئے عالموں اور گزرے ہوئے بادشاہوں کی یاد محفوظ ہے۔ اس کے اندر نامعلوم باتوں کی یاد محفوظ ہے۔ ایک ایسی ثقافت کی یاد محفوظ ہے جو اب اگرچہ مر رہی ہے یا بڑی حد تک مر چکی ہے، لیکن اسی ثقافت نے دنیا پر بڑا گہرا اثر ڈالا تھا۔ اسی ثقافت نے قرطبہ سے لے کر دلّی تک اس کے بہت بڑے شاہکاروں کو جنم دینے میں تخیّل کا ہاتھ بٹایا تھا۔ اتنا ہی نہیں، اخلاق اور آداب کا ایک ایسا دبستان پیش کرنے میں اس کی کارفرمائی اب بھی جاری ہے ــــــ اگرچہ افسوس اس کا ہے کہ یہ کارفرمائی کم سے کم ہوتی جاتی ہے ــــــ جو اپنی امتیازی دل کی آویزی کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس ثقافت کا اثر حُسنِ اخلاق کے مکمل نمونے پیش کرنے میں اب بھی جاری و ساری ہے۔

جو لوگ قدیم اسلامی دنیا کے تصورات سے آشنا ہونا چاہتے ہیں ان کی آرزو سے کچھ زیادہ ہی یہ کتب خانہ ان کو نہال کرنے کے لئے کافی ہے۔

اس طرح یہاں اس تاریخی مقام پر، ایک افسانوی ندی کے کنارے

ایک محفوظ بندرگاہ ہیں۔ اُس کے بچے کھچے تمام حصّے جمع کر دیئے گئے ہیں جو کبھی ایک زبردست بیڑا تھا۔ یہ بیڑا کبھی اپنے گلابی، شنگرفی اور سُنہری بادبان کو کرم سلطانی کے بادشُرطہ پر اُڑا تا جاتا اور شہنشاہوں کے لئے باعث فخر خزانے لاتا تھا۔ یہ خزانے اپنے زمانے میں ایسے تابناک تھے کہ اُن کا دنیا میں کہیں جواب نہ تھا۔

یہاں اصلاً مبالغہ سے کام لینا مقصود نہیں، پرمشرق کے ایک ایسے تابناک کارنامے کے ذکر میں تخیل کی تھوڑی سی گرمی معاف رکھی جائیگی کیونکہ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں پرکار خطاطی، سونے کی مینا کاری، لاقیمت کتابی نقاشی اور لاجوردی، شنگرفی، گلابی، زعفرانی اور نیلے، سُرخ اور سبز رنگوں سے بعض صفحوں پر تصویر کاری سے بڑھ کر اور چیز ہو نہیں سکتی۔ ان کی سادگی اور پرکاری سے بڑھ کر دل پر اثر کرنے والی کوئی چیز دیکھی گئی اور نہ سُنی گئی۔ جن انقلابوں میں ان چیزوں نے اپنا حصہ ادا کیا ہے ان سے کہیں زیادہ یہ خود اصل معلوم ہوتی ہیں۔ یہ دیکھئے، یہ دمشق یا ازہر کے کسی غریب عالم کی لکھی ہوئی کتاب کا دنیا میں ایک ہی نسخہ ہے۔ یہ دیکھئے۔ یہ کتاب کسی شہنشاہ یا کسی بادشاہ کو تحفہ میں پیش کی گئی ہے۔ یہ دیکھئے، یہ کتاب کسی خانخاناں یا شاہان مغلیہ کے کسی امیر کی خدمت میں بطور نذر پیش کی گئی ہے۔ یہ دیکھئے، اس کتاب نے کسی بادشاہ کو عین مایوسی اور بےبسی کے عالم میں اس کی قسمت کا حال بتایا ہے۔ یہ دیکھئے، یہ کتاب ہیروں سے آراستہ پیراستہ کسی شہزادی کا دل پسند کھلونا رہی ہے۔ یہ شہزادی اپنی نسل کے اور لوگوں کی طرح شاعرہ تھی، اور سچ مچ اونچے درجے کی شاعرہ تھی۔ یہ دیکھئے، یہ کتاب بال قیمت

کا ایک حصہ ہے جو کسی فاتح کے ہاتھ لگا ہے جو عورتوں، ہیروں، کپڑوں، اور سونے چاندی کی چیزوں کے ساتھ اس کے قبضہ میں آیا ہے۔ اور اس کے پچھلے مالک نے ابھی ابھی قبر کا کونا آباد کیا ہے۔ یہ دیکھئے یہ ایک اجڑتے دربار کا آخری خزانہ ——— چرایا گیا، چھپا کر رکھا گیا، ہاتھوں ہاتھ ایک سے دوسرے تک پہنچایا گیا، پانی میں بھیگا، دیمک نے چاٹا، اور کیڑوں نے اس سے اپنا پیٹ بھرا۔ پھر کسی بھوکے خاندان کا پیٹ پالنے کے لئے بیچا گیا۔ اور اب آخر کار ——— آرام کے دن پورے ہوئے اور پھر سے ایک نئی گردش شروع ہونے کی درمیانی مدت کے لئے ہی سہی ——— یہ راحت اور آرام کے ایک مامن میں محفوظ ہو گیا ہے۔

نوادرات کے اس مجموعہ کی تاریخ بھی سُن لیجئے۔ اُنیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں مغلوں کی شاندار سلطنت کا محل زمین کے برابر ہو چکا تھا، اور انگریزی راج کی لائی ہوئی شائستگی جس کی قدر و قیمت کو اب کچھ گھٹا کر ہی دیکھا جانے لگا ہے ——— اپنی پوری چمک دمک کے ساتھ اس ملک میں پھیل رہی تھی۔ اسی زمانے کا ذکر ہے بہار کے شمال میں ایک شریف مسلمان محمد بخش رہتے تھے۔ ان کا گھرانا عالموں اور قاضیوں کا گھرانا تھا۔ کہتے ہیں اس خاندان کے ایک عالم نے بھی فتاویٰ عالمگیری کی تالیف میں حصہ لیا تھا۔ محمد بخش خود بھی عالم تھے، شاعر تھے اور اپنی فرصت کے اوقات میں مشرقی ادب کی کتابیں جمع کرتے تھے۔ مرتے وقت وہ اپنے بیٹے اور کتب خانہ کے بانی خدا بخش کے لئے چودہ سو کتابیں چھوڑ گئے۔ ان چودہ سو

کتابوں میں سے صرف تین سو کتابیں انہیں اپنے اسلاف سے ورثے میں ملی تھیں اور باقی گیارہ سو کتابیں خود اُنہوں نے جمع کی تھیں سن رسیدہ محمد بخش نے بستر مرگ پر جو آخری درخواست کی وہ یہ تھی کہ ان کے بعد یہ کتابیں منتشر نہ ہونے پائیں بلکہ ہو سکے تو شہر پٹنہ میں ایک بڑے کتب خانہ کا مرکز بن جائیں اور یہ کتب خانہ مشرقی علوم کی اشاعت کا سبب بنے۔ کیونکہ مشرقی علوم کی تحصیل کا شوق میکالے کے زبانی حملوں کی وجہ سے اور کچھ انگریزی زبان کے بڑھتے ہوئے اثر کی وجہ سے پھیکا پڑتا جا رہا تھا جو ان ہمت بیٹے نے جسے ورثے میں ان کتابوں کے سوا اور کچھ نہ ملا تھا، اپنے باپ کی یہ تمنا پوری کر دکھائی۔ تلاش معاش کے دوران میں پہلے وکیل کی حیثیت سے اور پھر جج کی حیثیت سے وہ سینکڑوں آدمیوں سے ملے۔ اور پورے ہندستان میں خوب گھومے پھرے۔ دہلی، حیدرآباد، اور لکھنؤ جیسے بڑے بڑے شہروں سے وہ خوب واقف تھے۔ نایاب کتابوں کے جمع کرنے والے کی حیثیت سے ان کی شہرت نادر اور کمیاب کتابوں کے مالکوں تک پہنچ چکی تھی ہندستان کی سرحدوں سے باہر اسلامی مشرق ان کے دائرہ عمل سے باہر تھا۔ لیکن جہاں پکا ارادہ ہوتا ہے وہاں راستہ نکل ہی آتا ہے۔ بے تاب جذبہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں سرحدوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ خدا بخش اپنی ایک پڑوسی ریاست کے والی سے جو کتابیں جمع کرنے کے بڑے شائق تھے، کسی طرح پیچھے رہنا نہیں چاہتے تھے۔ اپنے دل کی یہ آرزو پوری کرنے کے لئے اُنھوں نے اپنا ایک قاصد مقرر کیا۔ یہ قاصد ایک عرب تھا جو اٹھارہ سال تک قاہرہ، دمشق، بیروت، مصر اور ایران

کے کتب خانے کھنگالتا رہا۔ اور ہر بار اپنے آقا کے لئے جو جو قلمی کتابیں اس کے پلے پڑیں ان سے لدا پھندا شاد کام و کامراں واپس آتا رہا۔

یہ واقعہ ہے کہ اس عرب نے جس طرح کتابیں جمع کی ہیں وہ عام طریقہ سے بڑھ کر رومانس اور مہم پسندی کی دلکش داستان معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس عرب کی زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھے جاتے تو ایک نہایت جاندار اور دلچسپ سوانح عمری ہوتی۔ کیونکہ نہ تو وہ خود کوئی امیر آدمی تھا اور نہ جس کی نمائندگی وہ کرتا تھا وہ کوئی دولت مند شخص تھا۔ ان مہموں کے لئے اسے ماہانہ پچاس روپئے سے زیادہ تنخواہ نہ ملی۔ بہلانے پھسلانے، سازش، اور چاپلوسی کے فن (اور اس جانفشانی کو کیا کہئے جو ہر مشکل پر فتح پالیتی ہے)، انتہائی صبر، اور ان تھک جستجو پر ہی اس ادبی قاصد نے اپنی کامیابیوں کے لئے تکیہ کیا ہوگا۔ ایسی بے پناہ مشقت کی مثال دیکھنی ہو تو قرون وسطیٰ کے یورپ کے بعض اولیاء کے تذکرے پڑھ کر دیکھئے جن میں بعض نصرانی اولیاء کی ہڈیوں کی منتقل کا حال درج ہے۔ یہاں مجھے ایسا ہی ایک قصہ یاد آگیا۔ اس قصہ میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح پروونکل کے پادری کی متبرک ہڈیاں قطلال کے گرجے کو مقدس بنانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی گئیں۔ یہ کام راہبوں اور سپاہیوں کی ایک جماعت نے مل کر کیا تھا جنہیں اس کام کے لئے خاص طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس بڑے کام کو ہاتھ میں لیتے وقت کسی نے بھی یہ نہ سوچا کہ اس کو پورا کرنے کے ذرائع ان کے پاس موجود بھی ہیں یا نہیں۔ کچھ کم یا زیادہ ہزار سال کی بات ہے بیرار کے ایک راجہ نے "تری پٹیکا" کے ایک نسخہ کے لئے

لڑائی لڑی تھی۔ اور آج بھی تو ہمارے جیوٹ ہمسائے جو افغانی سرحد کے اس پار رہتے ہیں، ان کا یہ حال سننے میں آتا ہے کہ اگر ان کے گاؤں کے پیر وہ گاؤں چھوڑ کر کسی اور جگہ آباد ہونا چاہیں، تو وہ پیر صاحب کو مار کر گاؤں میں ان کی درگاہ بنالیں گے لیکن پیر صاحب کی متبرک ہڈیوں سے محروم ہونا گوارا نہ کریں گے۔

کتب خانے کے بانی کے صاحبزادوں نے بڑے فخر اور کچھ مزاح کے ساتھ بتایا کہ اس کتب خانے کی بہت سی قلمی کتابیں چرائی ہوئی ہیں کتب خانے کے بانی اور اس کے بہت سے قاصدوں کے دل میں علم کی محبت اس درجہ گہری تھی کہ وہ ایک شخص کی ملک اور دوسرے شخص کی ملک کے درمیان جو باریک —— اسے اگر معمولی کہا جائے تو کیسا ہے —— خط ہوتا ہے اس کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔

بہرحال سابق میں جو کچھ ہوا ہو، اب تو کتابیں یہاں رکھی ہیں۔ نہایت شاندار اور قابل تعریف مجموعہ! یہ کتابیں شہر پٹنہ کی عظمت کو چار چاند لگاتی ہیں۔ دوسری طرف یہ واقعہ ہے کہ ان کتابوں کا مالک ایک غریب آدمی کی موت مرا۔ اس نے اپنا پورا سرمایہ ان کتابوں کے حاصل کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے ایک خوشنما عمارت بنانے پر صرف کر دیا اور ہمیشہ کے لئے ان سب کو اپنے ہم وطنوں کے لئے وقف کر گیا۔ اب کتب خانے کے بانی کے تقدس کے بارے میں بہت سے قصے سننے میں آتے ہیں۔ ایسی باتیں بڑی حد تک قابل معافی ہوتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کتب خانے کے بانی اور ان کے رفیقوں کے حریصانہ رجحان کے بغیر ایسے شاندار مجموعہ کا حاصل کرنا بڑی حد تک مشتبہ

ہی نظر آتا ہے۔

آپ قصے سُنیں گے کہ کتب خانے کے بانی کے پاس فرشتے آتے تھے، خواب میں انہیں بشارتیں دیتے اور ان کے کام میں اُن کا ہاتھ بٹاتے تھے ایک بار تو خود رسول خدا صلعم اس کتب خانے میں جلوہ فرما ہوئے تھے۔ عہد اورنگ زیب کی تاریخ کے ماہر جادو ناتھ سرکار نے اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ ہم یہ واقعہ وہیں سے نقل کرتے ہیں۔

خدا بخش صاحب نے کہا:۔

"ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کتب خانے سے لگی ہوئی گلی میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ میں بھی گھر سے نکل پڑا۔ لوگ چلّانے لگے!

"رسول اللہ (صلعم) تمہارے کتب خانے کی سیر کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ تم کہاں ہو؟"

"میں اس کمرے کی طرف دوڑا جہاں قلمی کتابیں رکھی تھیں۔ اس وقت تک رسول اللہ صلعم تشریف لے جا چکے تھے!"

"لیکن یہاں حدیث کی دو کتابیں قلمی میز پر کھلی رکھی تھیں۔ لوگوں نے بتایا کہ ان دونوں کو رسول اللہ صلعم ملاحظہ فرما رہے تھے"

ان دونوں قلمی کتابوں پر کتب خانے کے بانی نے ایک نوٹ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ کسی حالت میں بھی ان کتابوں کو کتب خانے سے باہر نہ لے جایا جائے۔

میرے دوست سر علی امام لکھتے ہیں:۔

"خدا بخش مرحوم بڑی دلکش شخصیت کے مالک تھے اور

قدیم اسلامی تہذیب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔
انہیں دیکھ کر مجھے وہ تصویریں یاد آجاتی تھیں جو داستان
الف لیلہ کی ایک مصور جلد میں نے کہیں دیکھی تھیں عجیب
اتفاق ہے جب میں پہلی بار ان سے ملا ہوں اسی دن ہندوستان
کے مشہور عالم مولانا شبلی نعمانی سے بھی میری ملاقات ہوگئی جو
اس وقت خدا بخش مرحوم کے یہاں کی حیثیت سے ان کے
پاس ٹھیرے ہوئے تھے۔ ہم سب نے مل کر ایک کھلے میدان
میں چائے پی۔ یہاں سے لہلہاتی فصلوں کے بڑے بڑے کھیت
نظر آتے تھے۔ ان کے پرے دریائے گنگا کا پانی لہریں لے
رہا تھا۔ ان کا نایاب خزانہ بہترین قلمی کتابوں کی صورت
میں مولانا شبلی نعمانی کے ملاحظہ کے لئے پھیلا ہوا تھا۔
اور مولانا ایسی چیزوں کے مانے ہوئے ماہر سمجھے جاتے
تھے۔ ایک کے بعد دوسری نایاب و نادر کتاب اُٹھائی
گئی اور اس کا معائنہ ہوتا رہا۔ جب تک یہ شغل جاری رہا
میں گویا مبہوت و مسحور انہیں بیٹھا دیکھتا رہا۔ نادر چیزوں
کے جمع کرنے کا فخر، انہیں پرکھنے کا جوش و خروش اور
قدیم چیزوں کی محبت سے خدا بخش مرحوم کا چہرہ دمک
رہا تھا۔ کچھ ایسی ہی کیفیت مولانا شبلی نعمانی کے
چہرہ سے جھلکتی تھی جو اس وقت مجھے اسلامی تہذیب
اور علمی تبحر کا مجسمہ نظر آتے تھے۔"
"اس کے بعد میں بارہا خدا بخش مرحوم کے دولتکدے

پر حاضر ہوا۔ ایک بار جب میں نے کچھ ہچکچاتے ہوئے ان ذریعوں کی طرف اشارہ کیا جن سے اُنہوں نے یہ کتابیں جمع کی تھیں، تو وہ مُسکرا کر میری طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں ایک دلنواز دمک پیدا ہو گئی تھی۔

اُنہوں نے کہا :۔

”نادر چیزیں جمع کرنے کا فن ہر چیز سے مستثنیٰ اور فوجداری قانون سے بالا ہے“ اپنی یہ گفتگو اُنہوں نے یہ کہہ کر ختم کی کہ ”اندھے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کی بصارت زائل ہو جاتی ہے۔ ایک وہ جو اپنے دوست کو کوئی قیمتی کتاب دیکھنے کے لئے دیدیتے ہیں۔ اور ایک اندھے وہ ہیں جو ایک بار ایسی کتابوں پر قبضہ پانے کے بعد انہیں لوٹا دیتے ہیں!“

خدا بخش مرحوم کو اپنی کتابوں سے بڑی گہری محبت تھی۔ ایک بار برٹش میوزیم نے ان کتابوں کے لئے بڑی بھاری رقم پیش کی تھی۔ لیکن خدا بخش مرحوم نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ ایک بار اُنہوں نے مجھ سے کہا تھا ”میں غریب آدمی ہوں۔ اور برٹش میوزیم والوں نے جو رقم پیش کی تھی وہ بہت بڑی اور بھاری رقم تھی۔ لیکن کیا میں صرف پیسے کے لئے اس چیز سے دستبردار ہو جاؤں جس کے پیچھے میں نے اور میرے

والد نے اپنی زندگیاں صرف کر دی ہیں؟ جب وہ یہ باتیں
کر رہے تھے تو اس وقت ان کا نمایاں خدوخال والا چہرہ
ایک اندرونی خوشی سے تمتما رہا تھا۔ ان کی بڑی بڑی
آنکھوں میں آنسو کھیل رہے تھے۔"

"انہوں نے پھر کہا "نہیں۔ میرا یہ کتب خانہ پٹنہ کے لئے
ہے۔ یہ تحفہ پٹنہ کے عوام کے لئے ہے" اور انہیں کی خدمت
میں پیش کیا جائے گا۔"

۱۹۰۸ء میں خدا بخش مرحوم کی زندگی کے ساٹھ سال پورے ہوگئے وہ بہار کے ضلع چھپرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ ضلع دریائے گنگا کے دامن میں واقع ہے۔ کہتے ہیں اسی علاقے میں وید مقدس کی مناجاتیں لکھی گئی تھیں اپنی ساٹھویں سالگرہ کے کچھ ہی دنوں بعد خدا بخش پٹنہ میں اپنے پیدا کرنے والے سے جا ملے۔ انہیں کتب خانے کے احاطے ہی میں ایک چھوٹے سے کھلے مقام پر سپرد خاک کیا گیا۔ یہ مقام کتب خانے کی دو الگ عمارتوں کے بیچ میں واقع ہے۔ ان کی سیدھی سادی قبر کے اطراف ہری ہری گھاس کا ایک تختہ ہے اور مشرق کی تیز دھوپ میں نظریں اس تختے پر پڑ کر ٹھٹھک کر رہ جاتی ہیں۔ ان کی قبر کی زعفرانی ریشمی چادر پر روز گلاب، گیندے اور دوسرے رنگ برنگی پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے صلاح الدین[1] کے قول کے مطابق "یہاں وہ اپنی زندگی کے سفر کے ختم پر اسلام کے بڑے بڑے مصنفوں کی یادگاروں کے جوار میں آرام کی نیند سو رہے ہیں۔"

---

[1] اسلامیات پر کئی اچھی کتابوں کے مصنف اور مترجم پروفیسر صلاح الدین مرحوم۔ (مترجم)

کتب خانے کے بانی کی وصیت ہے کہ کسی حالت میں بھی یہ کتب خانہ اس کے موجودہ مقام سے نہ ہٹایا جائے۔ ان کتابوں کے رکھنے کے لئے یہ کتب خانہ ہے بھی نہایت موزوں مقام۔ لیکن ان کی اس وصیت میں اس سے زیادہ معنی پوشیدہ نہیں۔ ہندستان کی تاریخ میں جتنے بھی انقلاب آئے ہیں ان میں یہ بات بارہا دُھرائی جاتی رہی ہے اور شاید پھر دُھرائی جائے کہ لوگ صرف ایک ہی بات پر بھروسہ کرتے تھے ——— اگرچہ بارہا اس میں انہیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا ہے ——— اور وہ ہے گوشۂ قبر کے آرام کا یقین ہندستان میں یکے بعد دیگرے حکمراں خاندانوں کے جاہ و جلال کا آفتاب جس عام تباہی میں گہنا تا رہا اس میں پچھلے شاہوں کی قبروں کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ مسلمانوں کی حد تک ان کی کچھ عبادت گاہیں باقی رہ گئیں جہاں وہ اپنے خدا کی عبادت کرتے تھے۔

اس لحاظ سے خدا بخش مرحوم کی قبر یہاں آنے والے لوگوں کے لئے ایک خاموش درخواست ہے۔ ایک بے زبان التجا ہے کہ مرحوم کی یہ تمنا پوری ہوتی رہے ہمیں امید ہے ——— امید ہے کہ مرحوم کی یہ درخواست قبول ہوتی رہے گی۔

یہ ہے اس عجیب و غریب کتب خانے کی ابتدا اور اس کے اندر کا حال لیکن کتابوں کا حال آدمیوں جیسا ہے۔ اور جو انہیں جاننا چاہتے ہیں اُنھیں چاہیئے کہ وہ ان کتابوں کو ایک کے بعد ایک لیں، دیکھیں اور پڑھیں اس کے لئے جتنی محنت لگے گی اُس کا تھوڑا سا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۴ء سے اس کتب خانے کی کتابوں کی مفصل فہرست تیار ہونی شروع ہوئی اور ابھی تک

بہ مکمل ہونے نہیں پائی[1] اس فہرست کے مرتب کرنے والوں کا ذکر اس کی چھپی ہوئی پہلی چار جلدوں کے مقدموں میں "نوجوان طالب علموں" کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ اس کام کی تیاری کے دوران میں یہ لوگ اب ادھیڑ عمر کو پہنچ چکے ہیں اور اس کام کے مکمل ہونے تک شاید بالکل ہی بوڑھے ہو جائیں۔ ان کے کام کی نوعیت کا اندازہ ان ضخیم جلدوں سے لگایا جا سکتا ہے جنھیں مولوی عبدالمقتدر اور ڈاکٹر عظیم الدین (ان کے ساتھ اب مولوی عبدالحامد کا نام بھی شریک کرنا چاہیئے) نے مل کر ڈاکٹر (بعد میں سر) ڈورِو ڈینی سن راس کی عمومی نگرانی میں تیار کیا ہے۔

ان فہرستوں کی مدد اور کتابوں کے معائنہ سے میرے لئے ان کتابوں کی ندرت، ان کے حسن و جمال، ان کی عجیب و غریب بلکہ خوفناک گردش، انسانیت کی نسبت سے ان کی بے پناہ دلکشی اور ان کی سحر کاری کا حال بیان کرنا آسان ہو گیا ہے۔

یہاں تاریخ خاندان تیموریہ ——— یعنی ہندستان کے مغل بادشاہ جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس خاندان کی تاریخ ——— کا ایک نہایت نادر، انتہائی مطلّا اور نفیس نسخہ بھی ہے۔ یہ خاندان مہم پسندوں کی جماعت سے ترقی کرتے کرتے اس مرتبہ پر پہنچا تھا، اور اس بات پر اسے فخر بھی تھا۔ اس فخر کا مظاہرہ آپ ان کتابوں پر لگی ہوئی بہت سی مُہروں

---

[1] یہ سنہ ۱۹۲۰ء کا ذکر ہے۔ اب یہ فہرست بائیس ضخیم جلدوں میں مکمل ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر عظیم الدین سابق صدر شعبۂ عربی و فارسی جامعہ پٹنہ اب اپنی خدمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں، اور گزرے ہوئے زمانے کی مٹتی ہوئی تصویر بن گئے ہیں۔ سر ڈینی سن راس بھی مدت ہوئی اللہ کے پیارے ہو چکے۔ اور ابھی ابھی یہ خبر ملی کہ ڈاکٹر عظیم الدین بھی اللہ کے پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میں دیکھیں گے۔ ان مُہروں میں تیمور ——— تاتاری تیمور لنگ ——— سے لے کر آخر تک پورا نسب نامہ کندہ ہے۔ بلکہ ان کا نسب نامہ تو اس سے بھی آگے جاتا ہے۔ ایک شاعر نے تند خو تیمور کی یہ کہہ کر مدح کی ہے کہ وہ چنگیز خاں کے گلستاں کا مہکتا گلاب ہے۔ اس عظیم الشان خاندان کی تاریخ کی حیثیت سے اس میں کوئی نئی اور نادر بات نہیں کیونکہ اس کے مطالب بڑی حد تک شرف الدین علی یزدی اور بابر کی مشہور خود نوشت سوانح "تزک بابری" سے نقل کیے گئے ہیں۔ لیکن اکبر کے دور آخری اُنیس سال کا جو حال اس میں ملتا ہے وہ مصنف نے عینی شاہد کی حیثیت سے لکھا ہے۔ مصوری اور صناعی کے لحاظ سے یہ کتاب آرٹ کا ایک بے بہا خزانہ ہے۔ اس کے کم سے کم (۱۳۳) ورق مصورہ ہیں۔ یہ تصویریں اکبر کے زمانے کے بعض نہایت مشہور مصوروں کے قلم کی ہیں ہر ورق کے نیچے اس مصور کا نام لکھا ہے جس نے یہ تصویر بنائی ہے۔ مشرق میں یہ چیز بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ یہاں ان مصوروں اور ان تعمیر کاروں کے نام بہت کم یاد رکھے جاتے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شہنشاہوں کے ناموں کو لافانی بنانے میں بہت بڑا حصہ ادا کیا ہے۔ لیکن اکبر اور جہانگیر کے درباروں میں مصوروں کو بڑی اونچی جگہ ملتی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ نامور مصور ایران کے شہر شیراز کا رہنے والا خواجہ عبدالصمد تھا۔ اس نے ہمایوں کو خطاطی اور مصوری سکھائی تھی۔ عبدالصمد کو اکبر کے عہد میں بہت بڑا منصب عطا ہوا۔ اس کی باریک بینی اور اس کے قلم کی پرکاری ——— اسی چیز نے اسے اپنے ہم عصروں سے "شیریں قلم" کا لقب دلایا تھا ——— کچھ ایسی حیرت ناک تھی کہ کہتے ہیں اس نے خشخاش کے ایک دانہ پر قُل کی سورۃ لکھ دی تھی۔ قُل کی یہ سورۃ قرآن کی ایک سو بارہویں سورۃ ہے اور اتنی مقدس

اور متبرک ہے کہ خود قرآن کے ایک تہائی کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ اسی مصور عبد الصمد کا بیٹا اور اس کا جانشیں اس درجہ ترقی کر گیا کہ شہنشاہ اکبر کے بیٹے جہانگیر کا وزیر اور خانخاناں بنا۔ اس کتاب میں خود عبد الصمد کے قلم کی کوئی تصویر نہیں۔ لیکن اس میں عبد الصمد کے شاگردوں کی بنائی ہوئی بہت سی تصویریں ہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ اس کی نگرانی میں تیار ہوئی ہوں۔ یا پھر یہ بات ہو کہ اسے اپنے سے کم درجے کے لوگوں کے ساتھ اپنا نام ثبت کرنا اپنی شان سے گری ہوئی بات معلوم ہوئی ہو۔ بہت سی تصویریں ایسی ہیں جن کا نقشہ ایک مصور نے تیار کیا ہے اور دوسرے مصور نے اس میں رنگ بھرا ہے۔ بعض نہایت اچھی تصویروں پر بسون اور مسکین کے نام لکھے ہیں۔ ہر مصور کا کام ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اگر اس کتاب سے مانوس ہو جائے تو بہت جلد ہر مصور کے قلم پہچان لے گا۔ ان ورقوں کے اندر تیس مصوروں کے نام نظر آتے ہیں۔ ان میں سے تیرہ نام تو ایسے مصوروں کے ہیں جو ابو الفضل کی مرتب کی ہوئی اکبری دربار کے سترہ مصوروں کی فہرست میں ملتے ہیں۔

ان تصویروں میں چاہے کوئی تصویر لے لیجئے، ہر ایک میں بس واقعات ہی واقعات دکھائے گئے ہیں۔ ان پر سونے کا کام کیا گیا ہے۔ پھر رنگ برنگ کی میناکاری سے انہیں مزین کیا گیا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کا کارنامہ ہے جن کے پاس وقت کا سوال کچھ اہم نہ تھا بلکہ اپنے آقا کی خوشنودی ہی سب کچھ تھی۔ جملہ تصویروں میں سے اُناسی تصویریں تیمور کی زندگی سے متعلق ہیں۔ یہ اس تیمور کی تصویریں ہیں جو "فتنۂ عالم" تھا۔ یہ تصویریں تیمور کی زندگی کے اس دور سے شروع ہوتی ہیں جب وہ چھوٹا سا بچہ تھا،

اور ایک معصوم اور نو نہال بچے کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ پھر یہ تصویریں اس کی موت پر ختم ہو جاتی ہیں جب کہ وہ ایک جہان کا خون اپنی گردن پر لئے اس دنیا سے چلا ہے۔ محاصرے اور لڑائیاں مصوروں کا مرکز موضوع رہا ہے۔ ان کی فہرست ہی سے ایک طرف دمشق سے لے کر دہلی تک اور ایک طرف برف پوش بدخشاں سے لے کر نیلی وادی نیل تک ایشیا کے ایک بڑے حصہ کا جغرافیہ نظروں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ یہ انسانوں کے قتل عام اور بھالے برچھے اور گھونسے کی کہانی ہے۔ یہ لڑائی میں جوانمردی، اور فتح کے بعد قصابی کی کہانی ہے، یہ ندیوں کو پار کرنے اور قلعوں پر یورشوں کی کہانی ہے۔ دربار کے مصوروں نے ان کی ٹھیک ٹھیک عکاسی کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ لیکن جہاں انہوں نے فاتح کے بچپن اور اس کی جوانی، مسجدوں اور باغوں کے پرسکون چاردیواریوں کے اندرونی منظر کو دکھایا ہے جن میں چڑیاں چہچہا رہی ہیں، نہروں کا پانی سریلے الاپ کے ساتھ بہہ رہا ہے، اور جن میں موذن کی آذان مومنوں کو نماز کے لئے بلا رہی ہے، وہاں ان مصوروں نے ان تصویروں میں اپنے قلم کا پورا زور صرف کر دیا ہے اور انہیں جی جان سے بنایا ہے۔ ایسی ہی تصویروں کو دیکھ کر ــــ ہر وہ شخص جو لڑائی کے اس غم انگیز پہلو کو دیکھ چکا ہو ــــ ایک طرح کی تازگی اور ایک طرح کی خوشی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

لڑائی کی جتنی تصویریں ہیں ان میں سے ایک تصویر پر ان دنوں کافی بحث ہوئی ہے۔ یہ تصویر سنہ ۱۴۰۰ء سے متعلق ہے اور اس میں تیمور کے محاصرۂ بغداد کا منظر دکھایا گیا ہے۔

اس تصویر میں تیمور کو دجلہ کے اوپر بنے ہوئے ایک پل پر دکھایا گیا

ہے۔ بغداد کا والی اور اس کی بیٹی ــــــ جس کی صورت پردے کے پیچھے سے مدھم سی نظر آتی ہے کیونکہ ایسے وقت میں بھی اس سے پردہ کرنا ضروری جانا تھا ــــ ایک کشتی میں بیٹھ کر فرار ہو رہے ہیں۔ ان پر تیمور کے تیر اندازوں کے تیر برس رہے ہیں۔ باپ بیٹی دونوں پانی میں کود پڑتے ہیں اور ڈوب جاتے ہیں۔ ملاح فاتح کی خدمت میں بغداد کے والی سراج کی لاش پیش کرتے ہیں۔ وحشیوں کی طرح بے رحم تیمور بغداد کے لوٹنے کا حکم دیتا ہے۔ اس محاصرے کے ایک عینی شاہد نظام شامی نے اپنے ظفر نامے میں لکھا ہے کہ بغداد کے محاصرے میں اتنے آدمی مارے گئے کہ ان کی لاشوں سے دجلہ کا پاٹ پٹ گیا۔ اس کی وجہ سے دریا کے اس پار جو فتح مند فوج پڑی ہوئی تھی اس کی نظر سے ایک بار دریا ہی اوجھل ہو گیا۔ اسے دریا اور میدان میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا "یہ کیسے لوگ ہیں کہ ان کے نزدیک دریا اور میدان دونوں ایک ہیں ؟"

ایک اور صفحہ پر اسے دکھایا گیا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا دل جوانی میں اتنا نرم تھا کہ اس کو پیروں تلے ایک چیونٹی کا روندا جانا تک گوارا نہ تھا۔ یہاں وہ اپنے بیٹے سلطان محمد کے ماتم میں نالہ کناں نظر آتا ہے۔ پھر کہیں اسی شہنشاہ کی موت کا منظر دکھایا گیا ہے جس نے لاکھوں بندگان خدا کا خون بہایا تھا۔ پھر تاریخ اس کے بیٹوں پوتوں سے گزر کر بابر کی زندگی اور اس کی مہموں تک آتی ہے۔ بابر ان لوگوں میں تھا جن کی ذات میں مشرق اور مغرب دونوں یکجا ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے سب ہی اس کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کی کامرانیوں پر اس کے ساتھ خوش ہوتے ہیں اور اس کی ناکامیوں پر اس کے ساتھ دل سوختہ

ہیں۔ ایک حد درجہ مرصّع صفحہ پر اس کے بیٹے ہمایوں کی ولادت کا منظر دکھایا گیا ہے۔ یہ وہی ہمایوں ہے جس کے لئے آگے چل کر خود بابر اپنی جان صدقے میں دینے والا تھا۔ شہنشاہ بابر ایک تخت پر جلوس کئے ہوئے ہے۔ یہ تخت ایک چھتر کے نیچے رکھا ہے۔ طرح طرح کے رنگوں اور سُنہرے کام سے چھتر جگمگا رہا ہے۔ بابر کچھ ایسے دلکش انداز سے آگے کی طرف جھکا ہوا ہے جو ایک بادشاہ اور ایک شریف آدمی کے شایانِ شان ہے۔ اس طرح آگے کی طرف جھک کر وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کے یہ ساتھی ایک ایرانی قالین پر نیم دائرے کی صورت میں اس کے قریب ہی بیٹھے ہیں۔ ان کے آگے شراب کے پیالے رکھے ہیں اور خادم لذیذ کھانوں کی کشتیاں لا رہے ہیں۔ پاس ہی ایک دیوار پر ایک سوداگر اپنے جواہر نگاریوں کی نمائش کر رہا ہے۔ قلعہ کے دروازے کے باہر رعایا خوشیاں منا رہی ہے۔ غریبوں میں خیرات بانٹی جا رہی ہے۔ شہنائی اور قرنوں کی آواز سے پوری فضا معمور ہے۔ یہاں جو منظر پیش کیا گیا ہے۔ وہ ہندستان کا نہیں وسط ایشیا کا ہے۔

ایک اور رنگین صفحہ پر اس سے بھی زیادہ ایک اہم واقعہ کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر کی ولادت کا منظر ہے۔ اس تصویر میں ایک عورت کے دردِ زہ اور ایک مرد کی سنجیدہ مسرت کی پوری کہانی نہایت سیدھے سادے لیکن بڑے دلکش انداز میں بیان کی گئی ہے۔ ماں اپنے سادے سے سبز رنگ کے لباس میں تھکی ماندی ایک پلنگ پر پڑی ہے۔ اس وقت وہ خود بھی اپنی عمر کے لحاظ سے بچّی ہی تھی۔ نومولود بچہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کئی مشتاق خادماؤں میں گھرا ہوا ہے۔ تصویر کے ایک

گوشے میں خوابگاہ کے بغیر ایک پالنا ناچتی، گاتی اور خوشیاں مناتی عورتوں کے درمیاں دکھایا گیا ہے۔

تصویر کے بیچ میں کچھ نجومی آیندہ ہونے والے شہنشاہ کا زائچہ کھینچتے دکھائے گئے ہیں۔ ایک طرف چند سوار یہ خوشخبری پہنچانے کے لئے باپ کے پاس دوڑے جا رہے ہیں۔ ہمایوں کو اپنے خیمے کے اندر دکھایا گیا ہے۔ وہ ایک مسند پر بیٹھا ہے اور مسند ایک نہایت ہی شاندار قالین پر بچھی ہے۔ بظاہر وہ نہایت پرسکون اور مطمئن نظر آتا ہے اور بڑی دلچسپی کے ساتھ اپنے وزیر تردی بیگ کی باتیں سن رہا ہے۔ ہمایوں اور تردی بیگ کے کپڑوں کی نقاشی میں مصور نے اپنی فن کاری کے جوہر خوب دکھائے ہیں۔ غرض جہاں سادگی کے اظہار کی ضرورت تھی اور جہاں آرائش دکھانے کی ضرورت تھی، مصور نے دونوں اپنے موقع و محل سے دکھائی ہیں۔ تصویر کی حد تک تو یہ باتیں ٹھیک ہیں لیکن واقعہ یہ کہ اکبر کی ولادت اس سے کہیں زیادہ مصیبت کے ماحول میں ہوئی تھی۔ بلکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ ایک کھیت میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا باپ ابھی بادشاہ تھا، لیکن جب اسے اس بیٹے کی ولادت کی خبر ملی ہے، اس وقت وہ انتہائی افلاس اور تنگدستی کے عالم میں اس ملک سے فرار ہو رہا تھا۔ ہمایوں کے جام بردار کا بیان ہے کہ یہ خبر سن کر ہمایوں نے "ایک چینی کی رکابی اور مشک کا ایک نافہ طلب کیا۔ اس کے بعد اس نے مشک کے نافہ کو توڑا، اور اسے اونچے درجے کے ساتھیوں میں یہ کہہ کر تقسیم کر دیا" اپنے فرزند کی ولادت کے موقع پر فی الحال جو کچھ میں دے سکتا تھا، وہ بس یہی ہے۔ مجھے یقین ہو کہ اس بچے کا نام بہت بلند ہوگا اور اس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل جائے گی، بالکل ایسے ہی،

جیسے اس وقت مشک کی خوشبو اس کمرے میں پھیل گئی ہے!

ایک اور شاندار صفحہ پر خود ہمایوں کی زندگی کے ایک خوش نصیب لمحے کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ قلعہ چمپانیر کی فتح کی تصویر ہے شہنشاہ ہمایوں خود بھی اپنی نسل کے پچھلے لوگوں کی طرح ایک بہادر آدمی تھا۔ اس نے اگر ذرا بھی کمزوری دکھائی ہوتی تو وہ اور اس کا خاندان دونوں ہمیشہ کے لئے ہندوستان کے تخت و تاج سے محروم ہو جاتے۔ اس تصویر میں شہنشاہ قیمتی زرہ بکتر پہنے فصیل کے اوپر کھڑا ہے۔ رات کے وقت اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ ایک بڑی اونچی ڈھلوان چٹان پر چڑھ کر وہ یہاں پہنچا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا وزیر بیرم خاں بھی ہے۔ یہ بیرم خاں اس خاندان کا گویا بسمارک تھا۔ قلعہ کے عظیم الشان دروازے کے اندر ہمایوں کی فوج کے بڑے بڑے سردار جو شاندار زرہ بکتر پہنے ہوئے ہیں، اور گھوڑوں پر سوار ہیں اور پیدل فوج کے سپاہی جو تلواروں اور ڈھالوں سے لیس ہیں، حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ قرونِ وسطیٰ کا ایک منظر ہے۔ ایسے ہی لیکن شان و شکوہ میں اس سے کہیں کمتر مناظر اس سے کچھ پہلے کے زمانے کے یورپ میں عام طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

آخر میں ان (۱۳۳) رنگین صفحوں سے جو کتاب کی جان ہے، ایک اور تصویر پیش کی جاتی ہے۔ یہ اکبر کی جوانی کی تصویر ہے اور اس تصویر میں چتوڑ کے قلعہ کے محاصرہ کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ سسودھیا خاندان کے قابل فخر پایۂ تخت کی تصویر ہے جب اس پر مصیبت کی گھٹائیں چھائی تھیں اور جب خود شہنشاہ نے اپنی بندوق سے مقابل کی دیوار پر کھڑے ہوئے بہادر جے مل کو مار گرایا تھا۔ اور یہی جے مل مدافعت کی روح رواں اور

اس کی جان تھا۔ اسی جے مل کی ایک تصویر جس میں وہ ہاتھی پہ بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ دہلی کے لال قلعہ کے ایک شاندار دروازہ کی زینت بنی ہوئی ہے۔ اس تصویر کو ہندوستان کے وائسرائے نے لارڈ کرزن کے حکم پر میکنزی نامی ایک مصور نے وہاں پتھر سے بنا کر محفوظ کیا ہے۔ اس تصویر میں راجپوت عورتیں جو جلد ہی جوہر کی خوفناک رسم ادا کرنے والی ہیں جے مل کا ماتم کرتی ہوئی رو رہی ہیں۔ قلعہ کے باہر محاصرہ کرنے والوں کی بڑی بڑی توپیں اپنا منہ کھولے آگ برسا رہی ہیں۔ ہاتھی اور سوار ہجوم کر کے حملہ کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ تصویر میں قرون وسطٰی کے محاصرے کی ساری پھرتی پوری پوری دکھائی دیتی ہے اور مشرق کی شان و شوکت اس کے سوا ہی ہے

ایسے مناظر ہمیں اس زندگی کے قلب تک پہنچا دیتے ہیں جو اب برِ اعظم ہند سے مٹ چکی ہے۔ اب چتوڑ کا قلعہ اپنی پچھلی شان و شوکت کے مناظر کے درمیان تنگ مند اور اداس کھڑا ہے اور مغلوں کا نام بھی اب کسی زمانے کی کڑک کی مدھم سی بازگشت کے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ رہے نام اللہ کا!

اس کتاب پر جس کے اندر ایسی ایسی چیزیں پیش کی گئی ہیں، شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک عبارت بھی درج ہے۔ اس میں شاہجہاں نے بتایا ہے کہ تیمور اور اس کے جانشینوں کی یہ تاریخ جو اکبر کے جلوس کے انیسویں سال پر ختم ہوتی ہے، "شاہ بابا" کے عہد میں لکھی گئی "شاہ بابا" سے مراد خود شہنشاہ اکبر ہے۔ اور اسی پیار کے نام سے شاہجہاں بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اپنے دادا کا ذکر کرتا رہا۔ تحویل کی کئی مہریں اور "عرض دیدہ شد" کی عبارتیں اس کتاب کے مستند ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔ خان صاحب

عبدالمقتدر خاں نے ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب وہی چنگیز نامہ ہے جس کا ذکر ابوالفضل نے شہنشاہ اکبر کے لئے مصور کی ہوئی نو اہم کتابوں میں کیا ہے۔ وارن ہیسٹنگز کے زمانے کے ایک مستشرق اور مورخ فرانسس گلاڈون کا نام اس ورق کے ایک گوشے میں نظر آتا ہے جس پر شہنشاہ شاہجہاں کی تحریر درج ہے۔ ایک اور فارسی عبارت میں لکھا ہے کہ اس کتاب کی قیمت آٹھ ہزار روپئے ہے۔ آج ہزاروں پونڈ میں بھی اس کا خریدنا ممکن نہیں۔ اگرچہ اس کی تصویریں آرٹ کی ان بلند ترین سطحوں تک نہیں پہنچ سکی ہیں جیسی راجہ منوہر سنگھ کی بنائی ہوئی تصویر "شاہجہاں کی جہانگیر سے رخصتی" جیسے شاہکار پیش کرسکے ہیں، پھر بھی اپنی نفاست اور رنگ کاری کے لحاظ سے یہ تصویریں بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں۔

اس بے بہا خزانے کے بعد آرٹ کا ایک اور شاہکار ملاحظہ ہو، یہ کچھ اور بعد کے زمانے کی کتاب ہے۔ یہ شاہجہاں کے عہد کی تاریخ "بادشاہ نامہ" ہے۔ اس کے اندر مصوروں نے اپنی ان تھک محنت سے جو تصویریں بنائی ہیں ان پر ایک نظر ڈالتے ہی سے آپ یہ محسوس کرلیں گے کہ مغلوں کی نسل میں کتنی تبدیلی پیدا ہوچکی ہے۔ یہاں جو لوگ، ہر مرزا اور ہندستان کی بے حساب دولت کے درمیان دکھائے گئے ہیں، اب بابر، ہمایوں اور اکبر جیسے دکھائی نہیں دیتے۔ بلکہ یہ لوگ ایسی نسل کے آدمی معلوم ہوتے ہیں جو آب و ہوا کی تبدیلی اور ہندوؤں میں شادی بیاہ کی وجہ سے ہندستانی بن چکی تھی۔ یہ بات ان کے چہروں سے بھی صاف ٹپکی پڑتی ہے۔ مغل بچّے کی وہ زندہ دل مردانگی جس کے ساتھ وہ ایک بڑی مملکت کی تلاش میں ہندستان آیا تھا۔ اور اپنی مہموں کے دوران میں اس نے یہاں کے ہر ندی نالے کو تیر کر پار کرلیا تھا۔

اب اس مغل بچّے کی اس مردانگی کی جگہ ہندستان کے شہنشاہ کی شان وشکوہ نے لے لی ہے۔ شاہجہاں کے چہرے پر ایک سنجیدہ اُداسی برس رہی ہے۔ اور رزم کے پرخطر مناظر کی جگہ اب بزم کی شاندار رسوم کی جھلکیوں نے لے لی ہے۔ چتوڑ کے محاصرے میں جہاں اکبر زرہ بکتر پہنے میدان کارزار میں ڈٹا نظر آتا تھا اب وہاں داراشکوہ کے بیاہ کا منظر سامنے آتا ہے۔ سخت گوش ترک کی جگہ اب ہندستان کے تخت پر اس کا پوتا متمکن نظر آتا ہے جس کی رگوں میں تین چوتھائی ہندستانی خون دوڑ رہا ہے۔ اس کتاب کی آخری تصویروں میں عظیم المرتبت شہنشاہ شاہجہاں کے جنازے کے مناظر پیش کئے گئے ہیں شہنشاہ کا جنازہ تاج محل کی طرف جا رہا ہے۔ اسی تاج محل کی طرف جا رہا ہے جس کے اندر وہ زمانے کے انقلابوں سے بے نیاز اپنی محبوب بیوی کے پہلو میں ابدی نیند سو رہا ہے۔

ان خالص ہندستانی مناظر کے بعد آیئے ایک حسینی کے شہنشاہ نامے کی سیر کریں یہ کتاب ہمیں ترکی کے عثمانی سلطان کے ساتھ میدان کارزار میں پہنچا دیتی ہے۔ یہ نفیس اور بے نظیر کتاب جو سلطان محمد سوم کے نام معنون کی گئی ہے، سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں بمقام قسطنطنیہ اسی سلطان کے لئے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اس سلطان کے شاہی کتب خانے میں داخل رہی۔ پھر نہیں معلوم کس طرح وہ شاہجہاں کے عہد میں ہندستان پہنچ گئی۔ یہاں پھر وہ شاہی خزانے میں داخل ہو گئی۔ اس کتاب کے اوپر کئی مُہریں اور تحریریں ثبت ہیں۔ ان میں شہزادوں اور بادشاہوں کی تحریریں اور مُہریں بھی ہیں۔ ایک اپنے باپ کی دیوانی اور مقبرۂ تاج محل میں آرام کرنے والی بیگم کی بیٹی جہاں آرا بیگم کی تحریر ہے۔ شاہجہاں کی اس دُلاری

بیٹی نے اپنے نامور باپ کی زندگی کے آخری دنوں میں اس کی اسیری کی مصیبت کو اپنی بے لوث خدمت سے قابل برداشت بنا دیا تھا۔ جہاں آرا بیگم کا فانی جسم دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے پائیں خاک کے ایک تودے کے نیچے خوابیدہ ہے۔ خاک کے اس تودے پر سبزہ اُگا ہوا ہے اور سرہانے مرمر کا ایک کتبہ لگا ہے جس پر یہ مشہور شعر کندہ ہے ؎

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا — کہ قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ بس است

روشن آرا بیگم خود بھی ادیبہ اور شاعرہ تھی۔ اس کی لکھی ہوئی چھوٹی سی فارسی کتاب "مونس الارواح" جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح کے سوانح حیات پر ہے، آج بھی ہندستان میں شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے دنیا میں شہنشاہ نامہ کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں۔ اس لئے بھی کتب خانے کے بیش بہا جواہرات میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس میں جو تصویریں بنائی گئی ہیں وہ ہندستانی یا ایرانی قلم سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ ان تصویروں پر بازنطینی اثر نمایاں ہے۔ ان میں کے بعض مناظر تو عالمی تاریخ سے متعلق ہیں۔ یہاں ہمیں سلطان محمد (ثانی) فاتح کی کمان میں اسلامی فوجیں قسطنطنیہ پر حملہ کرتی نظر آتی ہیں۔ پھر باسفورس سے ان کے گزرنے کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ایک تصویر میں سلطان سلیم کو مصر کے آخری عباسی خلیفہ محمد متوکل باللہ سے رسول اللہ صلعم کا پرچم اور حضور کی ردا حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اسی پرچم اور اسی ردا کی بنا پر عثمانلی ترک سلاطین کو اسلام کی دینی قیادت یعنی خلافت کا حق حاصل ہوا تھا۔ یورپی زرہ بکتر پہنے ہوئے فوجی سردار اور جان نثاری جن کے لباس یونانی کلیسا کے جبوں کی یاد تازہ کرتے ہیں، مشرق کے عمامے

اور نیچے پہنے ہوئے لوگوں میں گھُلے ملے نظر آتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ کتاب مغلوں کے خزانے میں داخل رہی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس کے بعد اب ذرا فردوسی کے شاہنامے کے ایک شاندار نسخے کو پیش کرنے کی اجازت ہو۔ فارسی کی یہ شاندار نظم دنیا کی بڑی بڑی رزمیہ داستانوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کی ابتداء بخت و اتفاق سے اس کے مواد کو لیجئے پینتیس سال کی محنت کے بعد شاعر کی عمر کے اسّی ویں سال میں اس کی تکمیل کی کہانی سرتاسر رومان سے بھری ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے یہ شاہنامہ لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی سلطان نے ہندستان پر بارہ سے زیادہ حملے کر کے اپنے خزانے خوب بھرے تھے۔ کہتے ہیں سلطان نے جتنا انعام دینے کا وعدہ کیا تھا، اُتنا انعام نہ دیا۔ پھر ایک مدت کے بعد اپنے کئے پر پچھتایا اور انعام بھیجا تو اس وقت شاعر بستر مرگ پر پہنچ چکا تھا۔ ادھر سلطان کے قاصد شاعر کے شہر طوس میں سلطان کے انعام سے لدے پھندے اونٹوں کو لئے داخل ہوئے ادھر شہر کے دوسرے دروازے سے اس کا جنازہ قبرستان جا رہا تھا۔ شاعر کی عالی ہمت بیٹی نے سلطان کا انعام لینے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک بہت پرانی کہانی ہے۔ لیکن ایسی کہانی ہے جو کبھی بھلائی نہ جا سکے گی۔ جب تک کتابیں پڑھی جاتی رہیں گی اور جب تک انسانیت کے شاہزادوں کے پاس قابل اور لائق لوگوں کی قدر باقی ہے، اس کہانی کو بھلانا ممکن نہ ہوگا۔

اس کتب خانے میں شاہنامہ کا یہ نسخہ دس ہزار شعر کے بعد نامکمل ہے اور سنہ ۱۵۳۹ء سے زیادہ پرانا نہیں۔ یہ نسخہ مشہور ایرانی امیر، علی مردان خاں نے شہنشاہ شاہجہاں کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا۔

یہ علی مردان خاں کابل اور کشمیر کا صوبہ دار تھا اور اسی نے مغلوں کی بنائی ہوئی شہروں کا نقشہ تیار کیا تھا۔ آج بھی اس کی قبر لاہور کی فصیل کے باہر تباہ حالت میں موجود ہے۔ جس نے یہ نذر پیش کی ہے اور جس کے حضور میں پیش کی گئی ہے۔ یہ کتاب دونوں کے شایاں شان ہے۔ اسے نہایت حسین طلا کار ایرانی تصویروں سے مزین کیا گیا ہے۔ متن نہایت خوبصورت واضح اور پختہ نستعلیق خط میں سنہری خط کھینچ کر چار جدولوں میں لکھا گیا ہے ابتدا میں دو عنوان حد درجہ آراستہ اور حد درجہ پیراستہ ہیں۔ پھر دو صفحوں پر پھیلی ہوئی ایک طلا کار منقش تصویر ہے۔ اس کے گرداگرد بہت ہی خوبصورت بوقلموں حاشئے دئے گئے ہیں۔ اس کے آخری دو صفحے شروع سے آخر تک سنہری عنوانوں کے ساتھ سونے سے لکھے گئے ہیں اور ان پر ہر طرف رنگا رنگی پھول بنائے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شاہوں کے لائق چیز ہے۔ اس کا مسحور کن حسن دیکھنے والوں کو اس کے اپنے ماحول سے اٹھا کر گویا تخت سلیماں پر بٹھا کر اڑاتا اور آج سے دو سو ساٹھ سال پہلے کی دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ اس دنیا میں پہنچاتا ہے جب یہ کتاب دربار عام میں اس شہنشاہ کے حضور میں نذر گزرانی گئی تھی کہ شان و شکوہ میں اس سے بڑھ کر کوئی شہنشاہ دنیا کے کسی تخت پر نہ بیٹھا ہوگا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر یہ تاریخی کتاب ملک معظم شہنشاہ جارج پنجم کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ آنے والے زمانے کے لئے ملک معظم کے دستخط اس واقعہ کی شہادت دے رہے ہیں

یہاں شاہنامہ کا ایک اور نسخہ بھی ہے۔ یہ نسخہ پہلے نسخے سے زیادہ پرانا اور اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کے صفحوں کے اطراف چینی نقاشی کا چوڑا حاشیہ دیا گیا ہے۔ اس حاشیہ میں کیکڑے، اژدھے

چڑیاں، بھیڑیے اور طرح طرح کے پھول بنائے گئے ہیں۔ اس کا ابتدائی صفحہ یا "عنوان" زیتونی رنگ کے سونے سے لکھا گیا ہے اور اپنی قدیمی چرمی جلد کی طرح جو نہایت درجہ طلا کار ہے، حد درجہ خوبصورت ہے۔ اس کتاب میں اور اس سے پہلے کی کتاب میں جو تصویریں بنائی گئی ہیں، ان دونوں میں تصویروں کے پرکھنے والے کو کئی بار انتخاب کے سلسلہ میں بڑی دشواری پیش آئے گی۔ عام طور پر یہ تصویریں ایک ہی موضوع کو پیش کرتی ہیں اور ان دونوں کا آپس میں مقابلہ کرنا بڑا دلچسپ اور دلکش مشغلہ ہے۔ شان و شکوہ کی دلکش دنیا، بادشاہوں اور درباروں کی دنیا، اور رزمگاہوں کی دنیا، بوستانوں کی دنیا، اور مشرق کے روایتی گلستانوں میں بہار کی آمد کی دنیا —— کیسی کیسی دنیاؤں کی یہ تصویریں سیر کراتی ہیں۔ کہیں چوگان بازی اور شکار کے مناظر، کہیں شیروں اور برفانی چیتوں کی تصویریں خزاں میں چنار کے پیڑ، اور سنہرے پیڑوں پر پھدکتی ہوئی چڑیاں، ہلاکت خیز لڑائی لڑتے ہوئے سہراب اور رستم، شہد بن پر سوار شعلوں سے گزرتا ہوا شاؤس، نیلے آسمان کی طرف کھلنے والے دریچوں سے جھانکتی ہوئی مہ لقائیں، عجیب و غریب چینی بادل جو کہیں سفید ہیں تو کہیں سنہری پھریروں جیسے، سرو و صنوبر سے پٹے ہوئے گلستان بڑے بڑے دروازے اور ایوان، اور ان پر شنگرفی اور ارغوانی آسمانی، بادامی اور چھینٹ نما ٹائیل، محاصرے اور لڑائیاں، فصیلوں پر چڑھتے ہوئے آدمی، تلواروں اور بھالوں کی تیز کاٹ سے مرتے ہوئے زخمی، اور مدافعت کرنے والوں کے لڑھکائے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کے نیچے کچل کر مرنے والے بدنصیب!

اس کتاب خانہ کی ایک برکت یہ ہے کہ ان نفیس اوراق کی سیر کے دوران میں انسان ان میں کچھ ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اپنے وجود تک سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

شاہنامہ کے بعد اب ایک ایسے مصنف کی کتابیں دیکھئے جو فردوسی کے بہت بعد گزرا ہے۔ یہ مشہور عارف اور صوفی شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامی ہیں۔ جامی ایران کے کلاسیکل شعرا میں آخری بڑے شاعر مانے جاتے ہیں۔ ہمارے کتب خانے میں جامی کی کتابوں کے کئی نفیس نسخے موجود ہیں۔ ان کتابوں کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے باریک چھپی ہوئی فہرست کے کم سے کم بتیس ۳۲ صفحے چاہئیں۔ پہلی بڑی لڑائی سے پہلے سنٹ پیٹرز برگ (موجودہ لینن گراڈ) کے کتب خانے میں دیوان غزلیات جامی کا جو نسخہ تھا، اس کی بڑی شہرت ہوئی تھی، پتہ نہیں بادصرصر کے جھونکے اب اسے کہاں سے کہاں پہنچا چکے ہیں۔ کہتے ہیں اسی نسخے کا آدھا حصہ یہاں رکھا ہے۔ ان کتابوں میں سلسلۃ الذہب کا ایک نسخہ بھی ہے۔ قدرشناسوں کے نزدیک اس نسخہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے فرزند کی ولادت کی تاریخ درج کی ہے اور سچے اسلامی انکسار کے ساتھ اپنی مغفرت چاہی ہے۔ اس چھوٹی سی نایاب کتاب کے پچھلے مالکوں کی تمام مُہریں اور تحریریں یہاں پہنچنے تک ان ماخذوں کو چھپانے کے لئے مٹا دی گئی ہیں جہاں سے یہ چرائی جاتی رہی ہے۔ ایک اور کتاب مثنوی سلمان وابسال کا نسخہ ہے جو کچھ ایسا اہم نہیں۔ لیکن یہ وہی مثنوی ہے جو اڈورڈ فزجیرالڈ نے سنہ ۱۸۷۹ء میں انگریزی کا جامہ پہنایا تھا۔

پہ لیجیے، یہ مثنوی یوسف زلیخا کا ایک نسخہ ہے۔ یوسف زلیخا کی داستان حضرت یوسف علیہ السلام اور فرعون مصر کی بیوی کی داستان الفت کی اسلامی روایت ہے۔ یہ مثنوی جامی کی تصانیف میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔ مثنوی کا یہ نسخہ صد درجہ مرصع ہے۔ لیکن اہل مشرق کی نظر میں اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی خطاطی کا کمال ہے۔ اور یہ مشہور خطاط میر علی ہروی کے قلم کا اعجاز ہے۔ خطاطوں کے اس بادشاہ نے یہ کتاب سنہ ۱۵۲۳ء میں لکھی تھی اور عبدالرحیم خانخاناں نے اسے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ یہ واقعہ ایسا اہم تھا کہ اسے شاہی دربار کے ایک ہم عصر مورخ نے بھی ضبط تحریر میں لانا ضروری جانا ہے۔ اس وقت —— یعنی شہنشاہ کے حضور میں پیش ہو کر اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہونے سے بھی پہلے —— اس کی قیمت ایک ہزار طلائی مہر میں قرار پائی تھی۔ خانخاناں، اکبر کے وزیر بیرم خاں کا بیٹا تھا۔ جیسا رزم کا دھنی اور جیسا بساط سیاست کا شاطر تھا، ویسا ہی اپنے اعلیٰ علمی اور ادبی ذوق کے لئے مشہور تھا۔ اس کی تصانیف میں ترکی سے بابر کی تزک کا فارسی میں ترجمہ بھی شامل ہے۔ جو کوئی اس کے مقبرے کی زیارت کا آرزومند ہے وہ اس کی موجودہ ویرانی اور بربادی کو دیکھ کر ضرور دلگیر ہوگا اس پر لگا ہوا سارا سنگ مرمر اُتار لیا گیا ہے اور جانتے ہو یہ کام اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں جیسے عظیم المرتبت شہنشاہوں کے جانشین شہنشاہ شاہ عالم نے چند ٹکوں کے لئے کیا ہے۔ اسی یاس انگیز حالت میں یہ مقبرہ دہلی میں ہمایوں کے مقبرے کے قریب کھڑا ہے۔

اس مثنوی کا ایک ہی نسخہ نہیں۔ یہاں اس کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو یہاں کے لحاظ سے کم اہم ہوتے ہوئے بھی نوادرات کے کسی بھی شائق کے دل کا

سرو بن سکتا ہے۔ یہ خطاطی کے نامور استاد میر عماد کے قلم کا کرشمہ ہے میر عماد خطاط ایران کے مشہور صفوی شہنشاہ شاہ عباس اعظم کا ہم عصر تھا[۱۲] اور اس کتاب کی تکمیل کے سات سال بعد سنہ ۱۶۱۵ء میں مارا گیا تھا۔ اس کے رنگین اور مصور ورق جو اس کتاب کی جان ہیں، غیر معمولی حسن و خوبی کے حامل ہیں۔ ایک تصویر میں حضرت یوسف غلام کی حیثیت سے ایک نوعمر لڑکے کے روپ میں، مسافروں سے بھری کشتی میں سوار دریائے نیل کو پار کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اسی کے نیچے ایک تصویر ہے۔ اس میں حضرت یوسف زنجیروں میں بندھے مصر کے وزیر کے حوالے کئے جا رہے ہیں۔ کچھ تصویریں ایسی ہیں جن سے وسط ایشیا کی جھلک آ رہی ہے۔ یہ تصویریں ہمارے تخیل کو پر لگا کر ہمیں باغوں میں پہنچا دیتی ہیں، جہاں بہتی نہریں پتھر کی جالیوں سے گزر کر عجیب سریلا راگ سناتی ہیں، جہاں نرگس کے پھول کھلتے ہیں، جہاں ثمردار پیڑ پودوں پر بہار اپنا جوبن نکھارتی ہے۔

اب کچھ دیر کے لئے اپنی تابانی سے آنکھوں کو چکاچوند کرنے والی ان کتابوں سے اپنی نظریں ہٹا کر میں ایک اور کتاب اٹھاتا ہوں۔ بے نظیر خطاطی کو چھوڑ کر اندرونی آرائش سے محروم یہ چھوٹی سی کتاب، جو زمانے کے اثر سے پیلی پیلی اور بھوری بھوری سی ہو گئی ہے، ایک بڑی ہی نادر چیز ہے کچھ اپنی خصوصیات ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ بڑے بڑے شہنشاہوں سے وابستہ رہنے کی وجہ سے بھی یہ "دیوان حافظ" کا ایک نسخہ ہے۔ کئی نازک موقعوں پر جب کہ خود ان کی اور ان سے وابستہ لوگوں کی جان کی بازی لگی ہوتی تھی، ہمایوں اور جہانگیر نے اس سے اسی طرح فال لی ہے جیسے ہومر اور ورجل سے یورپ میں فال لی جاتی تھی یا جیسے آج بھی غریب غربا انجیل

مقدس سے فال لیتے ہیں۔ اورنگ زیب جیسے زاہد خشک نے بھی لسان الغیب حافظ سے مدد مانگی تھی۔

اس کتاب کے حاشیوں پر شہنشاہوں نے جو عبارتیں لکھی ہیں وہ ان حالات کو پیش کر دیتی ہیں جن میں اس چھوٹی سی کتاب سے قسمت کا بھید پوچھا گیا تھا۔ ایک جگہ ہمایوں نے ایک شعر کے مقابل ایک عبارت لکھی ہے۔ یہ شعر حضرت یوسف اور برادران یوسف پر ہے، یہ عبارت پڑھ کر ہر شخص پوری طرح اندازہ لگا سکتا ہے کہ شہنشاہ ہمایوں خود اپنے بھائیوں کی جفاؤں کو کیسی تلخی کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ ان ہی بھائیوں کی بے وفائی کی وجہ سے وہ اپنا تخت و تاج تقریباً کھو چکا تھا۔ پھر سنہ ۱۵۵۳ء میں جب وہ ہندستان کو دوبارہ فتح کرنے چلا ہے تو اس کی نظر ایک شعر پر پڑی جس نے اس کی ہمت بندھائی اور اسے اپنی خطرناک مہم پر جانے کے لئے اور اُبھارا۔

ہمایوں کے پوتے جہانگیر نے اس کتاب کو اکثر استعمال کیا ہے۔ ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۶۰۹ء میں اس کتاب کی ایک فال نے اس کے ایک درباری کی جان بچالی۔ یہ درباری اس خاندان کے ایک پرانے خادم کا بیٹا تھا اور جہانگیر نے اسے غداری کے جرم میں قتل کر دینے کا حکم دیا تھا لیکن مجرم کو گدھے پر دُم کی طرف مُنھ کر کے بٹھایا گیا اور اسے بازاروں میں ذلت و رُسوائی کے ساتھ گھمانے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ حاشیہ پر شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے "یہ شعر فتح اللہ کی برأت کے لئے نکلا، اور میں نے اس کے قصور معاف کئے"۔

ہمایوں کی واضح اور مدور تحریر، شاہجہاں کی کھلی کھلی بانکی تحریر، اور جہانگیر کی رواں دواں ڈانواں ڈول مگر خوبصورت تحریر ــــــ جس کے لکھتے وقت وہ اکثر اتنے سرور میں ہوتا تھا کہ ہاتھ کانپ جاتا تھا ــــــ ان

سب تحریروں میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے تحریر کے ماہر ہونے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اکبر، ہمایوں اور جہانگیر کے درمیان ہوا ہے۔ اس کے قبضے میں بھی یہ کتاب رہی ہوگی۔ اس کے قوی دل نے اگر اسے اس بات کی اجازت دی ہوگی تو اس نے بھی اس چھوٹی سی قیمتی کتاب سے استفادہ کیا ہوگا لیکن اس پر ایسی کوئی تحریری شہادت موجود نہیں جس سے اس پر اکبر کی ملکیت ثابت ہو۔ یہ تو یہ دوسری تمام نفیس اور زیبا کتابیں جن پر دوسرے بادشاہوں کے نام لکھے نظر آتے ہیں لیکن اکبر کا نام ان پر کہیں لکھا نظر نہیں آتا۔ شاید اس لئے نظر نہیں آتا کہ اکبر جو ان تمام شہنشاہوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور سب سے زیادہ عظیم المرتبت گزرا ہے۔ نہ پڑھنا جانتا تھا نہ لکھنا۔

اس کتب خانے میں "دیوان حافظ" کے اور کئی نسخے ہیں۔ ظاہری حیثیت سے یہ شاندار تو بہت ہیں، لیکن پہلے نسخے کی سی ندرت ان میں کہاں۔ دیوان حافظ کا ایک نسخہ گولکنڈے کے سلطان محمد قطب شاہ کے شاہی کتب خانہ کا ہے اور سلطان محمد قطب شاہ کے ہاتھ کی تحریر اس پر ثبت ہے۔ اس میں سلطان نے بتایا ہے کہ یہ نسخہ حیدرآباد دکن میں اس کے لئے محمد محسن نے سنہ ۱۰۲۳ھ میں لکھا۔ اس کا پہلا صفحہ بڑا مرصع ہے، اور اس پر نیلی زمین میں طلا کاری کی گئی ہے جس کا غذ پر یہ لکھا گیا ہے، اس کا رنگ گہرا بادامی ہے۔ عنوان سفید سے شنگرفی سے اور سونے سے لکھے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یہ نسخہ دکن کے قطب شاہی خاندان پر فتح پانے کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب کے قبضہ میں آیا تھا۔ یہاں میں تزک جہانگیری کے نسخہ کا بھی ذکر کردوں۔ یہ نسخہ بھی دکن کی فتح میں ہاتھ لگا تھا۔ اس نسخہ کے بارے میں خیال ہے کہ یہ تزک جہانگیری کے ان اولین چار نسخوں میں سے ایک ہے جو خود شہنشاہ نے اپنے ہم عصر سلاطین کے

پاس تحفۃً بھیجے تھے۔ اس پر گولکنڈے کے انہیں قطب شاہی سلاطین کی مُہریں بھی ثبت ہیں۔ ایک جگہ ایک عبارت بھی لکھی ہے۔ غالباً یہ عبارت فاتح کے بیٹے (شہزادہ معظم ؟) نے اپنے قلم سے لکھی ہے۔ لکھا ہے کہ یہ کتاب سلطان کے کتب خانے سے "ضبط" کی گئی۔

شہزادوں اور شاہوں کی بدنصیبیوں کی تصویر تو کچھ دیوان کامران کی دنیا میں ایک ہی اور اصلی نسخے کو دیکھ کر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہ کامران بابر کا بیٹا اور ہمایوں کا وہی خطا کار بھائی ہے جسے ہمایوں نے بے حساب معافیاں دیں اور آخر کار خود اپنی اور تخت و تاج کی سلامتی کے لئے اس کی آنکھیں نکلوانے پر مجبور ہوا تھا۔ اس کا قصہ ان لوگوں نے بیان کیا ہے جو کامران سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ اس واقعہ کو شہنشاہ کی جوانی کے جام بردار جوہر نے اختصار کے ساتھ لیکن غمناک انداز میں بیان کیا ہے۔ اس کو بابر کی بیٹی گلبدن بیگم نے بھی بیان کیا ہے۔ اس بیگم کا لکھا ہوا ہمایوں نامہ ایک عورت کے قلم سے ان بے کل مردان کارزار کا ایک نہایت اچھا مرقع ہے۔

گلبدن بیگم نے لکھا ہے "تمام خواتین اور سلاطین، اونچے درجے کے لوگ، نیچے درجے کے لوگ، امیر و غریب، سپاہی، عام لوگ، غرض وہ سب جن پر مرزا کامران کا دست تعدی دراز ہوا تھا، جمع ہوئے۔ اور انہوں نے ایک آواز ہو کر اعلیحضرت سے عرض کیا! برادری اور اخوت کے مراسم کا حکومت اور سلطنت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر آپ ایک بھائی کا سا سلوک کرنا چاہتے ہیں تو تخت سلطنت چھوڑ دیں۔ اور اگر بادشاہ رہنا چاہتے ہیں تو برادرانہ جذبہ کو بالائے طاق رکھیں۔ یہ بھائی

نہیں۔ یہ اعلیحضرت کا دشمن ہے حکومت کے غدار کا سر قلم کر دینا ہی قرین انصاف ہے۔"

ہمایوں نے جواب دیا "اگرچہ میرا دماغ تمہاری باتوں کی صداقت تسلیم کرتا ہے۔ لیکن میرا دل ان باتوں کو نہیں مانتا۔"

اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ یہ واقعہ تھا۔ لیکن وہ اپنے امیروں کی بات ماننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ رہتاس کے قریب پہنچا تو سید محمد کو حکم دیا "مرزا کامران کی دونوں آنکھوں میں تیل پھیر کر اسے اندھا کر دیا جائے۔"

جوہر کا بیان ہے "شاہی حکم کے صادر ہوتے ہی ہم شہزادے کے پاس گئے۔ غلام علی نے ادب اور تاسف کے ساتھ شہزادے سے عرض کیا کہ ہمیں آپ کو اندھا کر دینے کا قطعی حکم ملا ہے۔ شہزادے نے جواب دیا۔ "بہتر ہوتا کہ تم یکبارگی مجھے مار ڈالتے۔" غلام علی نے عرض کیا۔ "حکم سے بڑھ کر کچھ اور کرنے کی ہمیں مجال نہیں۔" اس کے بعد غلام علی نے ایک رومال کا گولا بنایا اور شہزادے کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اس کے بعد وہ اور ایک فراش دونوں شہزادے کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اسے خیمے سے باہر لے گئے۔ اسے زمین پر لٹا دیا اور اس کی آنکھوں میں ایک نیزہ گھونپ دیا۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔"

یہی عمل انہوں نے کوئی پچاس مرتبہ دہرایا۔ لیکن اس نے مردانہ وار اس عذاب کو سہا اور کراہا تک نہیں۔ جب اس کے گھٹنوں پر بیٹھا ہوا آدمی اسے زور سے دبانے لگا تو اس نے کہا۔ "تم میرے گھٹنوں پر کیوں بیٹھے ہو۔ اس عذاب میں اور اضافہ کرنے سے کیا حاصل؟"

"بس اتنا ہی اس نے کہا اور بڑی بہادری کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد وہ لوگ تھوڑا سا لیموں کا رس اور نمک لے کر آئے اور آنکھوں کے گھیرے میں یہ چیزیں ڈال کر آنکھیں مل دیں۔ اب اس سے زیادہ وہ برداشت نہ کر سکا، اور چلّا اُٹھا:"

"اے خدا، اے میرے مالک، جو جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے تھے، ان سب کی پوری پوری سزا مجھے اس دُنیا میں مل گئی۔ دوسری دُنیا میں مجھ پر رحم فرما۔"

پھر یہ اندھا حج کے لئے چلا گیا، اور کوئی چار سال بعد مکہ میں اس دُنیا سے چل بسا۔ مسز بیورج جنہوں نے اس کی بہن کی لکھی ہوئی تزک کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، لکھتی ہیں "کامران نے بھی کوئی تزک لکھی ہوتی تو وہ کتنی دلچسپ ہوتی۔ اسی میں وہ اپنی زندگی کو اپنے نقطۂ نظر سے پیش کرتا۔ اپنے عزائم، اپنی اُمنگوں کا حال بتاتا۔ درست اور نادرست پر اپنی رائے دیتا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ مذہبی فرائض کے بارے میں اپنے دل کی بات بتاتا، جنہیں وہ اپنی موت سے پہلے اپنی شکست اور اپنی ذلت و خواری کی وجہ سے ادا کر سکا۔ ہمیں اس کے بارے میں تمام سچی سچی باتیں معلوم نہ ہو سکیں۔"

تاہم اس کے دل کا حال ہم اس کی غزلوں کی اس چھوٹی سی کتاب سے معلوم کر سکتے ہیں جو اس دُنیا میں اس دور کا لکھا ہوا ایک ہی نسخہ ہے کیونکہ وہ بھی بڑا لائق فائق عالم تھا۔ اور اپنی نسل کی ذہانت اور ذکاوت کا اسے کافی حصہ ملا تھا۔ اس کی غزلوں کا یہ دیوان مشہور خطاط محمد بن اسحاق الشہابی ہروی کے قلم کی یادگار ہے۔ خطاطی میں اس محمد بن آفاق

اسحاق الشہابی کا درجہ اپنے نامور ہمعصر میر علی کے بعد ہی تھا۔ یہ نسخہ کامران کی زندگی ہی میں لکھا گیا تھا۔ اس کے اندر شہنشاہ جہانگیر اور شہنشاہ شاہجہاں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حاشیے ہیں۔ اسے ملکہ عالم نورجہاں نے پڑھا تھا۔ پھر اس کے بعد یہ مختلف شہزادوں اور شاہی دربار کے امیروں کے پاس رہا۔

اس نسخہ کے ساتھ ساتھ اس خوش ذوق لیکن بدنصیب خاندان کے ایک اور شہزادے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کا ذکر نہ مناسب نہ ہوگا۔ یہ داراشکوہ کی تصنیف اولیاء کا تذکرہ "سفینۃ الاولیاء" ہے۔ یہ داراشکوہ، شاہجہاں کا سب سے چہیتا بیٹا اور اس کا پسندکیا ہوا جانشین تھا۔ لیکن اس کی قسمت میں تو اپنے چھوٹے بھائی اورنگ زیب کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھا کر جان دینا لکھا تھا۔ ہندوستان میں اس کی دردناک کہانی سبھی جانتے ہیں۔ یہی کہانی ایک فرانسیسی نے ایسے الفاظ میں بیان کی ہے کہ کوئی اسے بھلا نہیں سکتا۔ یہ فرانسیسی، داراشکوہ سے اُس وقت ملا ہے جب وہ بھاگا بھاگا راجپوتانہ کے تپتے ہوئے صحرا سے گزر رہا تھا۔ اس میں شک نہیں یہ عجیب ملاقات تھی۔ اس کے بعد اس فرانسیسی نے دارا کو پھر پائے تخت میں اس کے آخری لمحوں میں دیکھا۔

موسیو برنیر اپنے پیرس کے ایک دوست کو لکھتے ہیں "عوام کو خوفزدہ اور مرعوب کرنے اور ان کے دلوں میں اورنگ زیب کی مطلق اور بے پناہ طاقت کا سکہ بٹھانے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا تھا۔ اس لئے بدنصیب قیدی کو ایک ہاتھی پر بٹھایا گیا اس کے پہلو میں اس کا نوعمر بیٹا تھا۔ یہ ہاتھی سنگلدیپ یا لنکا کے ان شاندار ہاتھیوں میں نہ تھا جن پر اکثر داراشکوہ کی سواری نکلتی تھی۔

اور جنہیں ہر طرح سجایا جاتا تھا، جن پر سونے کی عماری اور شہزادے کو دھوپ سے بچانے کے لئے خوبصورت چھتر ہوتا تھا۔ جس ہاتھی پر آج دارا شکوہ کو بٹھا کر نکالا گیا تھا وہ ایک مکروہ سا بوڑھا ہاتھی تھا۔ سر سے پیر تک غلاظت میں اٹا ہوا۔ دارا کے گلے میں اب وہ بڑے بڑے موتیوں کے مالے نہ تھے جن سے ہندستانی شہزادے اپنے آپ کو سنوارتے ہیں۔ سر پر شاندار پگڑی نہ تھی جسم پر جگمگاتے کپڑے نہ تھے۔ دارا اور دارا کے بیٹے کو بڑے ہی خراب کپڑے پہنائے گئے تھے۔ پگڑی کی جگہ سر پر ایک کشمیری شال اس طرح لپیٹ دی گئی تھی جیسے ادنیٰ اور معمولی لوگ باندھتے ہیں۔ میں نے ہر سمت سے اٹھتی ہوئی دلدوز چیخیں سنیں، کیونکہ ہندستان کے لوگ بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔ مرد، عورتیں اور بچے ایسے بلک بلک کر رو رہے تھے جیسے خود ان پر کوئی بھاری مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔"

یہ سب ذلتیں اس کے قتل کا مقدمہ تھیں۔

اس کا سر فوراً اورنگ زیب کے سامنے پیش کیا گیا۔ اورنگ زیب نے حکم دیا کہ اسے ایک طشت میں رکھا جائے اور پانی لایا جائے۔ دارا کے چہرے سے خون صاف کیا گیا۔ اور جب اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ یہ دارا ہی کا سر ہے تو اورنگ زیب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اس نے کہا "بدبختو! اب ایسے دل دکھانے والے منظر سے میری آنکھوں کو زخمی نہ کرو۔ اس سر کو لے جاؤ اور اسے ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دو۔"

یاد رہے یہ دونوں قاتل اور مقتول ایک ہی ماں کے بیٹے تھے۔ اسی نازک ارجمند بانو بیگم (ممتاز محل) کے بیٹے تھے جس کے مزار پر اپنے ازدواجی حسن کے

ساتھ آج بھی سر ریں خواب تاج کھڑا ہوا ہے۔

ان دردناک یادوں والی کتابوں سے اب صرف نظر کیجئے۔ ادھر کچھ اور کتابیں رکھی ہیں۔ ان کا بے عیب رنگ، اور ان کی بے مثال صناعی دیکھئے۔ ان کے دیکھنے سے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے اس کے سوا دل میں اور کوئی بات پیدا نہیں ہوتی۔

یہ دیکھئے یہ سعدی کے دیوان غزلیات کے کئی نسخے رکھے ہیں۔ سعدیؒ تیرہویں صدی عیسوی کے شاعر ہیں۔ کہتے ہیں وہ شاہی درباروں سے وابستہ ضرور تھے ایک بادشاہ نے تو ان کی تعلیم کا انتظام کیا تھا۔ اور ایک بادشاہ ان کے کلام سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ ایک ملاقات کے موقع پر اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی قلندرانہ زندگی کا یہ حال تھا کہ چودہ حج تو پیدل کئے تھے، اور بیت المقدس میں غریب زائروں کی خدمت کے لئے سقہ کی خدمت خوشی خوشی بجالاتے تھے۔ ان نسخوں میں ایک نسخہ "کلیات سعدی" کا ہے اور پندرہویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا ہے۔ اسے طرح طرح سے سجایا گیا ہے اور اس میں ہر رنگ کی تصویریں ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی تصویریں اس وقت کی بہترین ایرانی طرز میں بنائی گئی ہیں۔ اس کے پہلے دو صفحوں پر مطالب کی فہرست سفید حرفوں میں لکھی گئی ہے۔

ایک اور نسخہ اس کتب خانے کی تمام نسخوں میں سب سے پرانا ہے یہ نہایت واضح اور بڑے دلکش خط میں لکھا گیا ہے۔ کاغذ رنگ برنگی ہے اور اس پر افشاں چھڑکی ہوئی ہے، اور یہ کسی شیرازی خطاط کا کارنامہ ہے۔

ایک اور نسخہ۔ یہ بوستاں کا انتخاب ہے۔ نہایت مطلّا اور مذہب اس کی لوح کے دونوں ورق ایسے مطلّا کار اور ایسی ایسی گلکاریوں سے سجائے گئے ہیں جیسے محلوں کے ایرانی قالین ان سے بھی زیادہ دلکش اس کا آخری ورق ہے۔ نیلا نیلا، پیلا پیلا، اودا اودا، ہرا ہرا، ہر غزل کی ابتدا نازک نازک طلائی پھولوں سے مزیّن۔ کہتے ہیں اس کی خطاطی میر عماد کے قلم کا اعجاز ہے۔

اور اس کے ساتھ کی کتاب پر جب نظریں دوڑتی ہیں تو بس ٹھٹک کر رہ جاتی ہیں۔ اس کے ہر ورق پر جو بیل بوٹے بنے ہیں، وہ سب ایک دوسرے سے بالکل الگ، اپنی نرالی شان لئے ہوئے۔ ایک اور جلد میں گلستاں اور بوستاں دونوں کے متن درج ہیں۔ گلستاں کی طرز تو ایسی ہے کہ اس میں نثر و نظم دونوں ملے جلے اور گتھے ہیں۔ یہ کتاب مصور ہے اور کئی تصویریں ایسی ہیں جو خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ ایک تصویر میں خود حضرت سعدیؒ ایک درویش کے روپ میں دکھائے گئے ہیں۔ ایک سن رسیدہ بزرگ، نورانی چہرہ، سفید براق داڑھی، نیلا جلا بیہ پہنے ہوئے، آستینیں لمبی لمبی، اس میں ان کے ہاتھ چھپے ہوئے، ایک سرو کے درخت کے گرد گانے والوں اور بہت سے ناچنے والوں کے ساتھ رقص کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ ہاتھ سے تال دے رہے ہیں کچھ بڑی دلچسپی اور گہری عقیدت سے اس منظر کو دیکھ رہے ہیں عورتیں سفید پشمک (نقاب) ڈالے، دریچوں سے جھانک رہی ہیں۔
ایک اور تصویر میں پھلوں سے لدے ہوئے بوستاں دکھائے گئے ہیں۔ ایک بڑا سا دروازہ، اُڑتے ہوئے بادل اور تیر انداز اپنی کمانیں

چڑھائے صاف دکھائی دیتے ہیں۔

ایک اور جلد لیجئے۔ اس میں "عمر خیام" اور "حافظ" دونوں کا کلام یکجا کر دیا گیا۔ عمر خیام کا کلام متن میں درج ہے اور حاشیہ میں حافظ کا کلام نہایت باریک خط میں لکھا گیا ہے۔ یہ کلام کسی خوش ذوق نے انتخاب کیا ہے اور دونوں شاعروں کا تقابل پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں جو تصویریں پیش کی گئی ہیں ان کا مقابلہ اسی عہد (سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی) کی ایک اور کتاب "حملۂ حیدری" کی تصویروں سے کیجئے۔ یہ کتاب رسول اللہ صلعم اور خلفائے کرام کی سیاسی زندگی پر لکھی گئی ہے اس کتاب کی تصویریں اور حملۂ حیدری کی تصویریں مذاق کے انحطاط اور ایرانی مکتب کے دلنواز حسن سے دوری کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں۔ یہ ہندستانی قلم ہے اور گھٹیا قسم کا ہے۔ خاص کر حملۂ حیدری میں جو تصویریں بنائی گئی ہیں وہ بھدی ہیں اور کچھ ٹھیک نہیں بنائی گئی ہیں۔ گلکاری سطحی قسم کی اور بے جان سی ہے۔ لاجورد کے نیلے رنگ کی جگہ کسی گھٹیا رنگ نے لے لی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب نہ صرف ایرانی آرٹ اپنی قوت کھوتا جاتا تھا۔ بلکہ خود آل تیمور کی پرشکوہ سلطنت بھی زوال کے زینے تیزی سے طے کرتی جاتی تھی۔ ایک اور کتاب "مجالس العشاق" کو لیجئے۔ یہ کتاب ایران کے آخری تیموری بادشاہ سلطان حسین بایقرا (۸۴۲ھ-۹۱۱ھ) سے منسوب کی گئی ہے۔ اس کے ایک ہی صفحہ سے مذاق کے اس انحطاط کا اندازہ کر لیا جا سکتا ہے۔ عنوان یا ابتدائی صفحے سنہری اور لاجوردی کام سے مزین ہیں۔ آپ سیدھے ہاتھ کے صفحے کے کام میں پوری صفائی اور بڑی نزاکت پائیں گے، لیکن بائیں ہاتھ کے صفحے پر آپ کو اسی کام

کی بھونڈی سی نقل ملے گی۔ اور یہ نقل اصل کے گم ہو جانے یا چرائے جانے کے بعد
اس کی جگہ لگائی گئی ہے۔ یہاں آپ خط اور رنگ کے حسن اور اس کی
بھونڈی نقل کا فرق اچھی طرح محسوس کر سکیں گے۔ لیکن باقی پوری کتاب
اسی قدیم طرز میں ہے۔ اس کی خطاطی کسی شیرازی استاد کے قلم کا اعجاز
ہے۔ اس کے پورے صفحے پر بنی ہوئی تصویریں بڑی دلکش اور دلچسپ
ہیں۔ یہ تصویریں لاجوردی، سنہری، شنگرفی، سبز اور سرخ اور بادامی
رنگوں میں بنائی گئی ہیں۔ ان کے گرد بڑا ہی خوبصورت سنہری حاشیہ
دیا گیا ہے۔ یہاں پھولوں کی جاندار عکاسی کی گئی ہے۔ پیڑوں کو اپنے
جوبن کے پورے ابھار کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویریں ایسے مصور
نے بنائی ہیں جس نے ان کے حسن کا نظارہ کیا ہے، ان پر سو جان سے
فدا ہوا ہے اور آسمان کبود کے پس منظر میں ان کی دلنواز اور نازک
پرچھائیاں دیکھی ہیں۔ جو لوگ ان صفحوں پر دکھائے گئے ہیں، ان کے لباس
ان کے چہرے، طرح طرح کے مرد اور طرح طرح کی عورتیں یہ سب کے
سب نہایت دلچسپ چیزیں ہیں۔ خوبصورت باغ ہیں، بیش قیمت قالین
ہیں رنگین اور کاشی کار دیواریں اور سجے سجائے دروازے ہیں۔ ان
تصویروں پر چینی مصوری کا اثر نمایاں ہے اور اسی چینی مصوری سے
ایرانی تصویر کاری نے اپنے چینی اصول سیکھے ہیں۔ کہیں تو لڑائی کے
منظر ہیں۔ زرہ بکتر پہنے ہوئے سوار ایک قلعہ پر حملہ کر رہے ہیں۔ چنگیز خاں
تبریز پر حملہ کر رہا ہے اسی جاندار تصویر کے ایک گوشے میں حضرت نجم الدین
کبریٰ ہاتھوں سے اپنا منہ چھپائے الحاح وزاری کے ساتھ شہر کے لئے دعا
کر رہے ہیں۔ ایک تصویر میں شیریں اور اس کی سہیلیاں گھوڑوں پر سوار

فرہاد کو ڈھونڈ رہی ہیں اور یورپ کی مشہور عشقیہ داستان کی ہیروئین نکولیٹ کی طرح راستے کی مصیبتیں جھیل رہی ہیں۔ کہیں بارہ سنگھے، ہرن اور چیتے دکھائے گئے ہیں، کہیں بندر بڑی بڑی چٹانیں راہ گیروں پر لڑھکاتے نظر آتے ہیں۔ متن کے لئے شربتی رنگ کا کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس پر ہلکی سی افشاں بھی چھڑکی گئی ہے۔

اس کتاب کے بعد اب یہ کتاب اٹھایئے۔ یہ تیرہ شاعروں کے کلام کا انتخاب ہے۔ یہ انتخاب گولکنڈے کے قطب شاہی سلطان کے لئے لکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ایک سنہری طغرے کے اندر درج کیا گیا ہے جس کے اطراف کے حاشیے پر چند منتخب شاعروں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک نہایت نزاکت سے لکھا ہوا بڑا ہی مرصع نسخہ ہے۔ اس کے ہر ورق پر وقت کا ساحرانہ اثر ثبت ہے۔

ایران کے ان شاعروں کے مجموعۂ غزلیات کے ساتھ ساتھ بہت سے ہندوستانی شاعروں کی کئی کتابوں کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ ادھر طوطی شکر مقال ہند امیر خسروؒ ہیں جن کی پر گو شاعری آج بھی ہندستانیوں کے دلوں میں دھڑکن پیدا کر دیتی ہے۔ جن کا مزار حضرت نظام الدین اولیاؒ کی بارگاہ میں آج بھی موجود ہے۔ اور یہ وہ آستانہ ہے جس پر بڑے بڑے شہنشاہ جبہ سائی کرتے آئے ہیں۔ چھ سو سال ہونے آئے، پر یہ مزار آج بھی موجود ہے، اور اب بھی گلاب کے پھولوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ اس مقدس بارگاہ میں حضرت امیر خسروؒ کے بازو بابر کا چھیتا مورخ اور ابتدا سے ایشیا کی ایک عام تاریخ "خلاصۃ الاخبار" کا مصنف خوندمیر محو خواب ہے۔

اب اجازت ہو تو اسلامی مشرق کی ایک بہت بڑے مورخ امام ابو جعفر محمد طبری کی تاریخ کے فارسی ترجمہ کا ذکر کروں۔ یہ فارسی ترجمہ بلعمی نے کیا ہے۔ اس کتاب کے دو نسخے اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ کہتے ہیں طبری کی تاریخ کبیر کا پہلا نسخہ اتنا زیادہ ضخیم تھا کہ ان کے صابر اور شاکر مشرقی شاگرد خلاصہ کی صورت کے سوا کسی اور طرح اسے پڑھنے پر راضی نہ ہوئے۔ اس پر مصنف نے دلگیر ہو کر کہا "طلب علم کا شوق اب مردہ ہو چکا" اس ضخیم تاریخ کا کوئی مکمل نسخہ اب کہیں نہیں ملتا، لیکن اس کی الگ الگ جلدیں دنیا کے مختلف حصوں میں پائی جاتی ہیں ؎

نسبتاً حالیہ زمانے کی عام دلچسپی کی کتابوں میں ترکی سے فارسی میں عبدالرحیم خانخاناں کا لکھا ہوا تزک بابری کا ترجمہ ہے۔ اس کے بعد امیر حیدر حسینی واسطی بلگرامی کی لکھی ہوئی سوانح اکبری ہے جو شہنشاہ اکبر کی پیدائش سے لے کر اس کے چوبیسویں سنہ جلوس تک کی تاریخ ہے۔ اس کے بارے میں کسی نے کہہ دیا تھا کہ "ایک ہندستانی کے قلم سے نکلی ہوئی غالباً یہی ایک مستند تاریخی کتاب ہے" لیکن مدتیں ہوئیں یہ قول بالکل غلط ثابت ہو چکا ہے کیونکہ اس مصنف کے سوا اور بھی کئی ہندستانی مصنفوں نے مستند تاریخی کتابیں لکھی ہیں۔ پھر شہنشاہ جہانگیر کی تزک جہانگیری ہے جسے جہانگیر نے اپنے دور حکومت کے تیسرے سال لکھا تھا۔ پھر تین جلدوں میں اقبال نامہ جہانگیری ہے جس کی پہلی دو

؎ اس تاریخ کبیر کی جتنی بھی جلدوں کے نسخے ملے ہیں ان سب کو نہایت احتیاط کے ساتھ مرتب کر کے اسے مشہور مستشرق دی خوے نے دس جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔

جلدیں بہت کمیاب ہیں۔ غلام حسین کی تاریخ "سیر المتاخرین" کا ایک نسخہ بھی ہے جو خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ سلطنت مغلیہ کے عروج و زوال کی تاریخ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے جو فرانسیسی مصنف موسیو ریماں نے کیا ہے۔ اس پر خود مترجم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حواشی ہیں۔ "مراۃ القدس" کا ایک نسخہ بھی ہے جو حضرت عیسیٰ کے سوانح حیات ہے۔ یہ کتاب شہنشاہ اکبر کی فرمائش پر جیسوٹ فرقے کے ایک پادری جیروم زیوائیر نے لکھی ہے۔ یہ پادری شہنشاہ کا بڑا گہرا دوست بن گیا تھا۔ اس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح اکبر کو نصرانی بنالے۔ ایک اور خوبصورت کتاب فارسی اور گورمکھی خط میں ملتی ہے۔ کاغذ شربتی اور کام سُنہرا ہے۔ فارسی الفاظ سیاہ ہیں اور گورمکھی سُرخ۔ یہ کتاب کبھی پنجاب کے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملک تھی۔ اس میں بہت سے افسروں، رجمنٹوں اور اس کے ملازموں کے نام ہیں۔ انہیں کیا تنخواہیں ملتی تھیں اور آج سے ایک صدی پہلے سکھ فوج کے مصارف کیا تھے۔ ان سب کی تفصیل اس میں لکھی ہے۔

اگر یہ فارسی کتابیں ہمیں شاہوں اور شاعروں کی محفل میں پہنچا دیتی ہیں جو محبت کرنے والے اور محبت کئے جانے والے لوگ تھے، اور جو سپاہی بھی تھے اور سیاس بھی، اور یہی کتابیں ہمارے سامنے پھولوں کے سادہ حسن اور درباروں کے پرشکوہ بناؤ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیتی ہیں تو عربی میں لکھی ہوئی کتابیں زیادہ تر سنجیدہ موضوعوں کی طرف ہمارا دامن کھینچتی ہیں۔ یہاں کروڑوں مسلمانوں کی رہنما کتاب مقدس قرآن کے کئی نسخے ہیں جو خود اللہ کا کلام ہے اور رسول اللہ صلعم کی حدیثوں کا

وسیع ذخیرہ ہے۔ ان سے یہ کہ صالح عالموں کی تفسیریں ہیں، طب و جراحت، فلسفہ اور سائنس پر لکھے ہوئے عالمانہ مقالے ہیں۔ یہ سب کتابیں ایسے زمانے میں لکھی گئی ہیں جب عربی ثقافت یورپ کی ثقافت سے کہیں آگے اور کہیں تابناک تھی۔ اور یورپ ابھی تاریک زمانے کی ظلمتوں میں ٹھوکریں ہی کھا رہا تھا۔ ان سے بھی بڑھ کر ادبی سوانح کے میدان میں عربی زبان کے مصنفوں نے وہ وہ جوہر دکھائے ہیں کہ شاید ہی دنیا کا کوئی ادب اس موضوع پر اس زبان سے زیادہ مالا مال نکلے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کا قول ہے کہ "دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو سال کی طویل مدت میں اپنے ہر اہل قلم کی زندگی کا حال محفوظ رکھا ہو۔ اگر مسلمانوں کی سوانح عمریاں اکٹھی کی جائیں تو ہمارے کم سے کم دس لاکھ ممتاز آدمیوں کی زندگی کے حالات جمع ہو جائیں۔ اور ہم پر یہ بھی روشن ہو جائے کہ تاریخ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں یا اور کوئی اہمیت رکھنے والی چیز ایسی نہیں جو اس ذخیرے میں اپنی نمائندگی نہ کر رہی ہو۔

اب تک اس کتاب خانے کی فہرست کی جو چار جلدیں[1] چھپی ہیں ان میں سے تین جلدیں فارسی کی قلمی کتابوں پر مشتمل ہیں اور ایک جلد صرف عربی میں لکھی ہوئی طب کی کتابوں پر مشتمل ہے۔ ان میں پہلی کتاب ابن ماسوں کی لکھی ہوئی "کتاب المشجر" کا ایک نادر نسخہ ہے۔ اس میں فن طب کے عام اصول بیان کرنے کے بعد ان بیماریوں کی تفصیل درج ہے جو مصنف کے زمانے میں طبیبوں کو معلوم تھے۔ اس کتاب کا مصنف ایک شامی نصرانی تھا۔ اسے خلیفہ ہارون الرشید نے قدیم کتابوں کے ترجموں کے کام کا نگراں مقرر

[1] یہ سنہ ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔ پوری فہرست (۳۱) جلدوں کی مکمل ہو چکی ہے۔ (مترجم)

کیا تھا۔ قدیم کتابوں کے ترجموں میں یونانی زبان کی بہت سی کتابیں بھی شامل تھیں۔ وہ خلیفہ منصور اور اس کے کئی جانشینوں کا خانگی معالج بھی رہا۔ اس نے سنہ ۷۸۵ء میں وفات پائی۔ موجودہ نسخہ جو آب زدہ اور کرم خوردہ ہے پندرہویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔

اس کے بعد ابو بکر رازی کی لکھی ہوئی کتاب 'المنصوری' ہے۔ امام رازی عرب طبیبوں میں ابن سینا کے پائے کے طبیب ہیں اور یورپی مصنفوں کے پاس Rhazes کے نام سے کافی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب بڑھاپے میں ان کی آنکھوں میں موتیا بند آگیا تو ان سے عمل جراحی کے ذریعہ ان کی بصارت بحال کرنے کی اجازت چاہی گئی۔ رازی نے افسوس کے ساتھ جواب دیا :۔

"میں نے اتنی دُنیا دیکھی ہے کہ اب اس سے بالکل اُکتا گیا ہوں"

رازی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بغداد میں کسی جگہ ایک بیمارستان کے لئے جگہ منتخب کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے شہر کے مختلف محلوں میں گوشت کے ٹکڑے ٹانگ دئے۔ اور صرف اسی محلے کا انتخاب کیا جس میں معینہ مدت کے بعد گوشت میں کم سے کم سڑاہند پیدا ہوئی تھی۔ اس طرح رازی نے گویا سب سے اول خوردبینی تعدیہ کے بارے میں ہماری موجودہ معلومات کی رہنمائی کی ہے۔ رازی ہی سے چیچک اور خسرا پر قدیم ترین بیانات منسوب کئے گئے ہیں

اسی ضمن میں "کتاب الحشائش" کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا۔ یہ گیارہویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ اصل میں یہ نیرو کے عہد کے

ایک عالم نباتات ڈیاس کوری ڈس کی لکھی ہوئی قرابادین کا عربی ترجمہ ہے۔ ڈیاس کوری ڈس، صقلیہ کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں اس نے ایک سپاہی کی حیثیت سے یونان، ایشیائے کوچک اور گال کا سفر کیا تھا، اور ساتھ ساتھ نباتات کے مختلف نمونے جمع کرتا جاتا تھا۔ اس کے بعد کے عہدوں میں اس کی لکھی ہوئی قرابادین، قرابادین نگاری کا نمونہ بن گئی۔ موجودہ نسخے میں کئی رنگین تصویریں ہیں جو بالکل سیدھی سادی ہیں۔ یہ سب پودوں کی تصویریں ہیں۔ ان کے یونانی نام عربی رسم خط میں لکھے گئے ہیں اور کہیں کہیں عربی کے ساتھ ساتھ یونانی رسم خط میں بھی یہ نام لکھ دئے گئے ہیں۔

دیکھنے میں یہ عربی مخطوطے تکلف سے عاری اور سیدھے سادے ہیں۔ لیکن ان میں قرآن کے نسخے استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کتب خانے میں قرآن کے دو ایک نسخے ایسے ہیں جو بعض لوگوں کی نظر میں پورے کتب خانے کے نادر اور نایاب خزانوں میں سب پر فائق اور سب سے نفیس تر ہیں۔ میں خاص طور پر مشہور خطاط یاقوت مستعصمی کے لکھے ہوئے ایک نسخہ کا ذکر کروں گا۔ اس کے آخر میں اس کے دستخط اور سنہ ۶۶۸ ہجری (مطابق سنہ ۱۲۵۴ ع) کی تاریخ درج ہے۔ اس جلد کے ہر صفحہ پر متن کی عبارت خطاطی کی تین طرزوں میں لکھی گئی ہے۔ یہ خط نسخ، ریحان اور ثلث ہیں پہلا طرز خط یعنی نسخ خود یاقوت کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ میرے لئے تو خط کے حسن کے اظہار کا اس سے بہتر اور اس سے حسین تر نمونے کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ اس کے سوا اس پر طلاکاری کی گئی ہے اور اسے نازک گلکاری سے سجایا گیا ہے۔ ہر سورۃ کا عنوان طلائی حرفوں میں لکھا گیا ہے۔ ہر صفحہ پر متن کے گرداگرد ایک حاشیہ سرخ، نیلے اور سنہری

رنگ میں دیا گیا ہے۔ اور بیرونی حاشیہ بھی طلائی ہے۔ آپ یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ یہ حاشیہ کچھ اس طرح بنایا گیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی حرف اوپر کی آڑی لکیر سے آگے بڑھ گیا ہے، وہاں بھی اس کے اطراف ایک چھوٹا سا حاشیہ بنا دیا گیا ہے۔

کتاب کے پہلے صفحہ پر نیلا اور طلائی طغرا ہے۔ یہ مشہور تزئینی طرز تاج محل کی پچی کاری اور دوسری مشہور عمارتوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ اپنی مزین اور منقش دستخطی عبارت میں خلیفہ مستعصم باللہ کے زمانے کا یہ بغدادی خطاط اپنی خطاؤں اور گناہوں کے لئے مغفرت کا طالب ہے اندر کے ورقوں کا رنگ ہلکا زردی مائل ہے۔

قرآن کا ایک اور نسخہ اپنی ماہرانہ خطاطی کے لحاظ سے تو نہیں البتہ اپنی غیر معمولی تزئین کے لحاظ سے اس نسخہ سے بھی پار ہے۔ قرآن کا یہ نسخہ جو حد درجہ سجایا ہے بہت بڑی تقطیع پر لکھا گیا ہے۔ اس کے چوڑے حاشیے پر ایک فارسی تفسیر نیلے حرفوں میں لکھی گئی ہے۔ کتابوں کی حد تک اس سے زیادہ مرصع اور اس سے زیادہ مزین اور آراستہ پیراستہ کتاب کا تصور بھی مشکل ہے۔ ہر سورۃ دُہرے سے شروع ہوتی ہے۔ اس پر نیلا اور طلائی کام ہے۔ لاجورد، فیروزئی اور معدنی لاجورد سے نازک گل بوٹے بنائے گئے ہیں اور سرخ اور شنگرفی رنگوں کے ملاپ سے ایک نئے رنگ میں گلکاریاں کی گئی ہیں۔ ان دُہرے صفحوں پر جو گلکاری کی گئی ہے وہ ایک دوسرے سے الگ ہے۔ ہر دہرے صفحے کی گلکاری اپنی انفرادی شان رکھتی ہے۔ ہر سورۃ کا عنوان سفید حرفوں میں لکھا گیا ہے ہر سورۃ کی ابتدا سفید حرفوں سے ہوتی ہے جو گہری نیلی زمین پر لکھے

گئے ہیں۔ حاشیوں کے کئی سلسلے ہیں اور ان کے اندر یہ مقدس الفاظ لکھے گئے ہیں جیسے انہیں عام دنیا سے الگ کر کے ایک احاطے میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کی تفسیر ہے۔ اس کے گوشوں پر گلکاری کی پٹیاں ہیں جو طلاء سے بنائی گئی ہیں اور ہر صفحہ کی گلکاری کی پٹیاں دوسرے صفحے کی پٹیوں سے بالکل ہی الگ ہیں یہ نازک گلکاری رنگین بھی ہے۔ پھر ایک چوڑا سا حاشیہ ہے۔ چوڑائی میں کوئی ایک انچ کے قریب۔ سفید اور سُنہرا۔ ان کے سوا چھوٹے چھوٹے طغرے ہیں نیلے، سرخ اور سُنہرے۔ اس کے بعد مقدس متن ہے، بڑے بڑے واضح حروف، سیاہی سے لکھے ہوئے اور کوئی ایک انچ چوڑے۔

اس جلد میں آپ کو ماہر فن کار کے ہاتھ ـــــ ہر صفحے اور ہر حرف کے پیچھے اس کی آنکھ، اس کا دماغ اور اس کا دل ـــــ کارفرما نظر آئیگا اور ماہر فن کار کے ہاتھ کی نزاکت اور چھاپے کی اکتا دینے والی یکسانیت اور مشین کی بے رسی کا فرق صاف نظر آئے گا۔ اس کا کاغذ جلادار ہے۔ اور ریشم کی طرح ہلکا۔ اس کے باوجود اس شاہانہ جلد کا وزن جس پر خالص سونا مڑھا گیا ہے، دس سیر سے کم نہ ہوگا۔ یہ پتہ نہیں یہ نسخہ کہاں سے اور کیسے یہاں آیا۔ پر اتنا یقینی ہے کہ یہ نسخہ کسی مرفہ الحال اور پرشکوہ عہد ہی میں عالم وجود میں آیا ہوگا۔ شاید اس کے لئے جس نے تاج محل بنایا ہے۔

ان نسخوں کے ساتھ ہی میرے سامنے نہایت چھوٹی تقطیع کا ایک نسخہ رکھا ہے۔ یہ زمانے کے ہاتھوں سیاہ پڑ چکا ہے۔ اس کی ساری تزئین بس سادے سے پھول دار حاشیے ہیں، جو ایک یا کہیں دو ہر صفحے پر بنائے

گئے ہیں۔ یہ کتاب ایک کرم خوردہ چرمی جلد کے اندر بندھی ہے اور شیرازہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ عربی حروف کے اوپر نقطوں کے نہ ہونے سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ کتاب تیسری صدی ہجری کی لکھی ہوئی ہے۔ اور یہ کتاب اس کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے۔ قرآن چاہے شاندار لکھے ہوئے ہوں یا سیدھے سادے، ان میں سچے مرد مومن کی نجات کا وہ راستہ معین کر دیا گیا ہے جو اسے اس دارالمحن کے پرخار راستوں سے بچاتا سیدھا اپنے مولا تک پہنچا دیتا ہے، اس مولا تک پہنچا دیتا ہے جو اللہ ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے۔

ان قرآنوں کے سوا یہاں حدیث کی بھی بے شمار کتابیں رکھی ہیں حدیث نبوی علم کا وہ شعبہ ہے جس سے مسلمان عالموں کو گہری دلچسپی رہی ہے۔ پروفیسر نکلسن کے الفاظ میں "رسول اللہ صلعم کی سوانح حیات لکھنے والا کوئی بوسویل[1] نہ تھا، لیکن جیسے ہی آپ نے تبلیغ شروع کی آپ کی شخصیت نمایاں ہو گئی تھی، اور آپ کے قول و فعل کو آپ کے صحابہ احتیاط کے ساتھ یاد رکھنے لگے اور آپ کے عمل کو توجہ کے ساتھ دیکھنے لگے۔ اس طرح اسلام کی پہلی صدی میں ایسے بہت سے زندہ گواہ موجود تھے جن سے حدیثیں جمع کی جا سکتی تھیں، اور جو انہیں یاد کر کے زبانی دوسروں تک پہنچاتے تھے۔ اس طرح جہاں ایک غیر جانبدار طالب علم ابن قتیبہ کے اس دعوے کی صداقت کو تسلیم کرے گا کہ کسی دین کو اتنی تاریخی صداقت نصیب نہیں ہوئی ہے جتنی کہ اسلام کو، وہاں اس کے ساتھ ہی وہ ایک اور مسلمان کے اس قول کی سچائی بھی ماننے پر مجبور ہو گا کہ

[1] جیمس بوسویل ۱۸ ویں صدی عیسوی کا ایک ماہر تذکرہ نویس انگریز تھا۔

"ہم کسی چیز میں اہل تقویٰ کو اس درجہ دروغ گوئی کا مرتکب نہیں پاتے جتنی کہ حدیث میں" یہاں میرے سامنے حدیث کی ایک کتاب رکھی ہے یہ سنہ ۹۱۱ ہجری کی مکتوبہ ہے اور ڈھاکے کے قریب اقدلہ میں بنگال کے بادشاہ سلطان حسین شاہ کے لئے لکھی گئی ہے۔ یہ ایک بڑی تقطیع کا نہایت نفیس نسخہ ہے، تین جلدوں میں نہایت پاکیزہ خط نسخ میں لکھا ہوا۔ اور ان کے لئے ایک نمونہ ہے جو غیر معمولی صبر طلب قلم۔ صفائی اور مہارت کا کام کرتے ہیں۔ ہر نئی عبارت ایک سنہری لوح کے ساتھ شروع کی گئی ہے جو حاشیہ پر بنائی گئی ہے۔ یہ لوح کچھ اس طرح بنائی گئی ہے جیسے اس سے چاروں طرف شعاعیں نکل رہی ہیں۔ خود متن میں ہر فصل کا عنوان نہایت نازک سنہری حروف میں لکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کی ابتدا سرخی سے کی گئی ہے۔ اور کلام مجید کی آیتیں نیلے حروف میں لکھی ہیں۔ بڑے بڑے سنہرے وقفے اس شاہانہ نسخے کا حسن بڑھا رہے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے محبوب کے چہرے پر خال!

یہ کتاب یہاں کیسے آئی؟ معلوم ہوتا ہے بہت سے انقلابوں کے کے بعد جب بنگالہ کے سلطان کی سلطنت ختم ہوگئی تو یہ کتاب عرب کے ایک ممتاز عالم اور زمیندار کے قبضہ میں آئی۔ ہندوستان میں انگریزی راج کی ابتداء میں انگریزوں نے وہابی تحریک کے نام سے جس اصلاحی تحریک کو کچلنے کے لئے سرفروش مجاہدوں کو تباہ و برباد کیا ہے ان میں یہ ایک زمیندار بھی تھے۔ انگریزی حکومت نے اسی نام نہاد وہابیت کے الزام میں ان کی زمینوں اور ان کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا ان کی اور جائداد کے ساتھ ساتھ یہ کتاب اوروں کے قبضے میں چلی گئی اور

پھر کسی طرح اس گنجینۂ عام میں داخل ہوگئی۔

اسی موضوع پر ایک کتاب اور جو تزئین کے لحاظ سے اس کا مقابلہ تو نہیں کرسکتی البتہ اس سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ یہ کتاب مسند ابی عوانہ ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں صوبہ سرحد کے ایک مفلس عالم سے خریدی گئی ہے۔ یہ عالم شمالی مغربی صوبہ سرحد سے اس کتب خانے کا حال سُن سُن کر اسے دیکھنے آئے تھے۔ ممکن ہے یہ کتاب انہوں نے کسی کتب خانے سے یوں لے لی ہو یا یہ ان کی جائز ملک ہو اور صرف تنگ دستی کی وجہ سے اسے بیچا ہو۔ اس کتاب پر عرب کے کئی مشہور عالموں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں ہیں اور یہ تحریریں مختلف صدیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔

اسی قسم کی ایک اور کتاب رکھی ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۴۸۰ء میں شمس الدین علاء الدین نامی کسی دمشقی عالم اور کاتب نے خود دمشق کے شاہی کتب خانے کے لئے تحفۃً پیش کی تھی۔ ایک منقش صفحہ پر اس تحفہ کو اس شرط پر پیش کیا گیا ہے کہ یہ کتاب اس کتب خانے سے کبھی نہ ہٹائی جائے۔ کتاب کا معطی خداوند عالم کی بارگاہ میں ملتجی ہے کہ اس کی اس خواہش کو نظرانداز کرنے والے کو سزا دے۔ یہ ایک چھوٹی تقطیع کی کتاب ہے اور ایک پُرانے بھورے چمڑے سے اس کی جلد باندھی گئی ہے۔ جلد کے اوپر کچھ اس طرح کے نقش و نگار کئے گئے ہیں جیسے نقش و نگار اسلامی اندلس کی ٹائیلوں اور دیواری تزئین میں نظر آتے ہیں۔ اس کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ اور جگہ جگہ کیڑے اسے چاٹ گئے ہیں۔ کسی کو خبر نہیں یہ کتاب یہاں کیسے آئی۔ لیکن ہم اپنے قیاس کا گھوڑا دوڑا سکتے ہیں۔ یہ کتابوں کے متلاشی اسی عرب کا کارنامہ

ہوگا۔ جو اپنے آقا اور پٹنہ کے علم دوست مسلمان صاحب کتب خانہ کے لئے اتنی دور دراز ملکوں کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔

یہاں میں ایک اور کتاب "سواطع الالہام" کا ذکر کروں گا۔ یہ کتاب تفسیر پر لکھی گئی ہے۔ اس کا مصنف اکبر کے دربار کا مشہور ادیب اور اکبر کے گہرے دوست اور خادم ابوالفضل کا بھائی فیضی ہے۔ اس کتاب کی غیر معمولی خصوصیت یہ ہے۔ کہ مصنف نے ایسے فارسی حروف استعمال نہ کرنے کا التزام کیا ہے۔ جن پر نقطے ہوتے ہیں (فارسی حروف تہجی کے آدھے سے زیادہ حروف ایسے ہی ہیں) اس طرح یہ خوبصورت صفحے جانے پہچانے نقطوں سے محروم ہیں، الا جہاں خود قرآن مجید کی آیتیں نقل کی گئی ہیں۔ قرآن خود خدا کا کلام ہے۔ اور اس میں کسی طرح کی تحریف ممکن نہیں۔ اس پابندی کے باوجود مصنف کی زبان اور بیان دونوں بالکل بے خطا ہیں۔ یہ ذہنی کرتب کا شاہکار ہے۔ یہ ایک ایسے سطحی لیکن محنتی آدمی کا کارنامہ ہے جو اپنے زمانے کے ممتاز ترین عالموں میں شمار ہوتا اور نہایت محنتی مصنفوں میں گنا جاتا تھا۔ اس کے سوا بھی فیضی ہندستان کے ایسے مصنفوں کی رو میں آتا ہے جنھوں نے بے حساب کتابیں لکھی ہیں۔ فیضی کے اس صبر طلب کام اور اعجوبہ پرستی کے لئے اسکی ایسی محنت کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ موجودہ نسخہ اصل کی ایک نہایت نفیس نقل ہے۔ یہ نسخہ سرخ اور نیلے قلم سے لکھا گیا ہے۔ اس کا منقش پہلا صفحہ نیلے اور سنہرے حرفوں میں لکھا گیا ہے۔

اس کے بعد میں رازی کی لکھی ہوئی ایک عربی نحو کا ذکر کروں گا یہ ایک زبردست عالم اور کاتب، عینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو

ایک رات کے اندر ایک جلد لکھ ڈالتے تھے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے اس نسخہ میں بھی ان کے قلم کی صبا رفتاری کا نشان ملتا ہے۔ ان کا قلم ایسا چلتا ہے جیسے سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کے پیچھے رواں دواں تیز! اس کتاب پران کا نام لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسے انھوں نے سنہ ۸۲۲ ھ میں لکھ کر مکمل کیا ہے۔ مدرسۂ عینیہ اور جامعۂ ازہر (کاتب نے اپنی ساری کتابیں اسی جامع ازہر کے لئے وقف کر دی تھیں) کی مُہریں میٹ دی گئی ہیں۔ صرف ایک دو مقام ایسے ہیں جہاں ان مُہروں کے حروف پڑھ لئے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد فقہ پر ایک کتاب لیجئے۔ یہ مشہور صوفی بزرگ سید بشیر حافی کی لکھی ہوئی ہے جو اولیاء بغداد میں سے تھے۔ جن کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا ہے۔ کتاب کا موجودہ نسخہ سنہ ۴۸۳ ہجری میں ملک مصر میں لکھا گیا تھا۔ یہ نسخہ بڑا نادر اور نایاب نسخہ ہے۔ اس کا اور کوئی نسخہ کسی اور کتب خانہ میں موجود نہیں۔ چھوٹے سے قرآن کے ساتھ یہ اس کتب خانہ کی قدیم ترین کتاب ہے۔ اس کے باوجود یہ نہایت اچھی حالت میں ہے اور اس نے مرور زمانہ کا بڑی پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔

میں اپنی اس سیر کو صحابہ کے حالات پر ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی لکھی ہوئی کتاب اصابہ فی تمییز الصحابہ کے ذکر پر ختم کر دوں گا۔ اس نسخہ کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ مصر کے ایک مملوک سلطان نے مکہ میں اپنے بنائے ہوئے ایک مدرسہ کے لئے سنہ ۱۴۹۴ء میں وقف کیا تھا۔ ایک مزین اور منقش صفحہ پر سلطان کا یہ وقف نامہ درج ہے۔ اس کے سوا اس پر مدرسہ کے مہتمم کے بھی دستخط ثبت ہیں۔ سرورق پر دو مُہریں بھی ثبت

ہیں۔ انہیں مٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ایک مہر اب بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود سلطان اشرف کا تحفہ تھا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اس کتب خانہ میں داخل ہونا گویا اس کے گیٹ سے لگے ہوئے بازار کی عام دنیا سے نکل کر امیروں اور درویشوں کی محفل میں جا بیٹھنا ہے۔ ایک ایسی دنیا سے جو وقت کے پرخطر ہنگاموں میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ ایک ایسی دنیا میں پہنچ جانا ہے جو خود اپنے دنوں میں بھی ایسی ہی ہنگامہ خیز تھی، پھر اب نہایت پرسکون ہے۔ اس کتب خانہ میں داخل ہونا ان لوگوں کی صنعت گری کی داد دینا ہے جن کی جی جان سے کی ہوئی محنت کا کہیں جواب نہیں۔ یہاں آکر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ اب بھی انسان کے اندر دو توام دھارے خدا پرستی اور شیطاں دوستی کے بہ رہے ہیں۔ یہاں آنا گویا حیات کے عجیب منظر کا ایک خاموش گوشے سے نظارہ کرنا ہے اور انسانیت کے انجام کے معمہ کا حل تلاش کرنا ہے جو لاینحل نظر آتا ہے۔ یہاں بڑی بڑی سلطنتوں کا زوال پردے پر چھوٹی چھوٹی تصویروں سے بڑھ کر نہیں معلوم ہوتا۔ آپ ان کی ابتدا ان کے عروج اور ان کے زوال کا نظارہ کر سکتے ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ارواح کے دوسرے روپ میں جنم لینے کا عقیدہ عام ہے، جس میں بڑے بڑے دریا پانی جمع کرتے ہیں۔ پھیلتے ہیں اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ جہاں لگاتار تعمیر اور مسلسل بربادی عام ہے۔ اس عمل کا نظارہ ہر روز کتب خانہ کی چھت سے کیا جا سکتا ہے۔ اس کے

بعد یہ حقیقت بڑی بری طرح محسوس ہونے لگتی ہے کہ ان کتابوں کی صحبت کا لطف ایک وقت کی بات ہے۔ اور ایک وقت کے لئے ہی یہ سب یہاں اکھٹی ہوگئی ہیں۔ ان کے اس شاندار اجتماع کی مدت وقت کے ناپیدا کنار سمندر کے مقابل ایک لمحہ کے لئے ہے۔ اس اجتماع میں بعض کتابیں حد درجہ ناپائدار ہیں اور بعض چھوٹی موٹی بھی ہیں۔ اس تھوڑی مدت کے بعد وہ کسی دن اتفاقات کے وسیع سمندر میں پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائیں گی۔ ان کے اس ہنگامہ سے خالی اور خاموش زندگی کے دور میں ان سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ان کے بنانے والوں کے انہماک اور شغف کو دیکھ کر جی نہال ہو جاتا ہے۔ صنائع کی محبت، شاعر کے جذبہ اور امیروں کی شائستگی کے لئے دل سے واہ واہ نکلتی ہے۔ یہ لوگ لڑائیوں کے ہنگاموں طبل و کوس کے غل غپاڑوں اور ہتھیاروں کی جھنکاروں میں بھی اپنی تہذیب کے باغ کی آبیاری کو فراموش نہ کرتے تھے اور انسانیت کے دشوار گزار سفر میں انسان کی مدد کرنا نہ بھولتے تھے۔

کتب خانے کے بانی کے سوا ایسے لوگوں کے ناموں کی فہرست جنہوں نے کتب خانے کو کتابیں دی ہیں

۱۔ دیوان حافظ۔ یہ وہی نسخہ ہے جو شہنشاہوں کے قبضہ میں رہا۔ یہ نسخہ مولوی سبحان اللہ خاں رئیس و زمیندار گورکھپور نے کتب خانہ کو عطا کیا ہے۔

۲۔ مطلع الانوار۔ یہ نسخہ کتب خانہ کو شہر پٹنہ کے سید خورشید نواب صاحب نے عطا کیا ہے۔ اس کے اندر مشہور ایرانی مصور محمود کے قلم کی چار تصویریں ہیں اور یہ سر اڈورڈ ڈنی سن راس کی نظر میں کتب خانے کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

۳۔ کپڑے پر لکھا ہوا ایک قرآن شریف۔ یہ قرآن شریف نہایت باریک نسخ میں لکھا گیا ہے اور شروع سے آخر تک اس پر سنہری افشاں چھڑکی گئی ہے۔ یہ قرآن شریف بھی سید خورشید نواب صاحب نے پیش کیا ہے۔ آخر میں سید خورشید نواب صاحب نے اپنی کتابوں کا پورا مجموعہ جن میں (۱۲۵۵) قلمی کتابیں تھیں، سنہ ۱۹۰۴ء میں کتب خانہ کو عطا کر دیا۔

۴۔ فارسی اور عربی کی چھپی ہوئی اور قلمی کتابوں کے دو اور مجموعے سنہ ۱۹۰۴ء اور سنہ ۱۹۱۵ء میں پٹنہ کے سید صفدر نواب صاحب مرحوم اور مولوی سید عبدالمجید صاحب کی طرف سے کتب خانے کو ملے۔ پہلے مجموعہ میں (۶۶) کتابیں ہیں اور دوسرے مجموعہ میں (۶۸) قلمی نسخے ہیں۔

خطاطی کے استادوں پر ایک نوٹ

۱۔ جلال الدین عبدہ دیا قوت المستعصمی بن عبداللہ رومی، جس کے ہاتھ کے (سنہ ۸۰۶ھ کا لکھا ہوا) قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کتب خانہ کے نہایت اہم خزینوں میں شمار کیا جاتا ہے، تیرہویں صدی عیسوی کے آخری عباسی خلیفۂ بغداد المستعصم باللہ کے دربار کا خطاط تھا۔ اگرچہ خط نسخ کی ایجاد ابن مقلہ کا کارنامہ ہے لیکن اس خط کو مکمل کرنے اور اس میں نازک نوک پلک بنا بنا کر اسے دوسرے تمام خطوں سے ممتاز بنانے کا سہرا یاقوت کے سر ہے۔

۲۔ میر علی تبریزی، جس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مجموعہ (یا منتخب اشعار کا مجموعہ) اس کتب خانہ میں موجود ہے، شہید کربلا حضرت حسینؓ کی اولاد میں تھا۔ غلام محمود نے اپنے تذکرۂ خوش نویساں میں لکھا ہے کہ اس خطاط نے نسخ اور تعلیق دونوں خطوں کو ملا کر وہ خوشنما خط ایجاد کیا جسے نستعلیق کہا جاتا ہے۔ یہ طرز میر علی سے پہلے کے خطاطوں کو بھی معلوم تھی اور اس طرز میں وہ لکھتے بھی تھے۔ لیکن یہ کوئی باقاعدہ خط نہ تھا۔ ان کے برخلاف میر علی نے قطعی اصولوں پر کام کیا اور اپنے پیش رو خطاطوں کے کام میں جو خامیاں پائیں تھیں ان کو دور کیا۔ میر علی کی اس اصلاح اور اس بدعت کو اس کے ہم عصر بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے میر علی کی اصلاحوں کی بنیاد پر خطاطوں کے ایک نئے مکتب کی بنیاد رکھی گئی اور اس مکتب کے خطاطوں میں آگے چل کر میر عماد اور دوسرے خطاطوں نے بڑا نام پیدا کیا۔

میر علی تبریزی، تیمور (۱۳۵۲ء - ۱۴۰۵ء) کا ہم عصر تھا۔ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں بہت ہی نادر اور نایاب ہیں۔ اس کتب خانے کے ایسے ہی ایک نسخے پر شاہجہاں کی تحریر ثبت ہے۔

۳۔ میر عماد حسینی قزوینی، جس کی خطاطی کے اعجاز کے نمونے اس کتب خانے میں موجود ہیں، بڑے نفیس اور نہایت دیدہ زیب نستعلیق خط کا ماہر تھا۔ ایران کے صفوی بادشاہ شاہ عباس اول کو میر عماد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شاہنامہ کے نسخہ کی بڑی خواہش تھی۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے میر عماد خطاط کے پاس ستر تومان (سونے کا سکہ) بھیجے، ایک سال گزر گیا۔ کاتب کے پاس شاہی قاصد یہ پوچھنے کے لئے پہنچا کہ شاہنامہ لکھنے کا کام پورا ہوا یا نہیں؟ میر عماد نے ستر شعر قاصد کے حوالے کئے۔ یہ ستر شعر اس نے شاہنامہ کے ابتدائی حصہ سے نقل کئے تھے۔ اور کہلا بھیجا کہ جو معاوضہ اسے ملا تھا وہ بس اتنے ہی کے لئے تھا۔ یہ جواب سُن کر شاہ عباس بہت برہم ہوا۔ اس نے میر عماد کے لکھے ہوئے ورق واپس کرکے اپنے بھیجے ہوئے تومان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ میر عماد نے ان ستر شعروں کے ستر ٹکڑے کئے، اور انہیں اپنے ستر شاگردوں میں تقسیم کردیا ہر شاگرد نے ایک ایک تومان استاد کے نذر کیا اور اس طرح بادشاہ کی بھیجی ہوئی رقم واپس کردی گئی۔ اس ذراسی بدتمیزی پر شاہ عباس اور بھڑکا، اور اس کے بدلے میں بدنصیب خطاط کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ شاہ عباس کے ایک غلام مقصود بیگ نے اسے سنہ ۱۰۲۴ھ (م ۱۶۲۵ء) میں مار ڈالا۔ کہتے ہیں شاہجہاں جو میر عماد کے خط کا بڑا شیدائی تھا، ہر اس شخص کو جو میر عماد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی چیز پیش کرتا، ایک ہزاری کا

کا منصب عطا کرتا تھا۔

۴۔ عبدالرشید دیلمی جس کے خوبصورت نستعلیق قلم کے نمونے اس کتب خانے میں دکھائی دیتے ہیں۔ عام طور پر آقا رشید کے نام سے مشہور تھا۔ یہ عماد کا بھانجا اور اس کا شاگرد تھا اس نے میر عماد کی طرز کو اور ترقی دی اور اپنی فن کاری کے لئے ایران میں بڑی شہرت حاصل کی۔ میر عماد کے قتل کے بعد وہ ہندستان چلا آیا۔ یہاں شاہجہاں کے دربار میں اسے رسائی حاصل ہوئی شاہجہاں نے اسے اپنے کم نصیب بیٹے دارا کو خطاطی سکھانے پر مقرر کیا۔ رشید نے سنہ ۱۰۸۱ھ میں وفات پائی۔

سید علی خاں جواہر رقم ابن آقا مقیم تبریز سے ہندستان آیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے اسے شاہی خاندان کے بچوں کو خطاطی سکھانے پر مقرر کیا۔ یہ میر عماد اور آقا رشید کی طرز ہی میں لکھا کرتا تھا۔ اور اپنے خط کی خوبی کے لحاظ سے ان سے کسی طرح کم نہ تھا۔ کچھ دنوں تک جواہر رقم شاہی کتب خانہ کا منتظم بھی رہا۔ عمر کے آخری دور میں اس کے حواس جواب دے گئے تھے، اور وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۰۹۴ھ (۱۶۸۳ء) میں اس نے دکن میں وفات پائی۔

دوسرا حصہ

نادر فارسی مخطوطات کی فہرست[1]

تاریخ

۱۔ تاریخ طبری: طبری (متوفی سنہ ۳۱۰ھ سنہ ۹۲۱ء) کی عام تاریخ کا فارسی ترجمہ از بلعمی (ترجمہ کا زمانہ سنہ ۳۵۲ھ سنہ ۹۶۳ء) دو جلدوں میں مکتوبہ سنہ ۷۰۴ھ

۲۔ مجمل فصیحی: ۔ اہم واقعات کا ایک دلچسپ مجموعہ اس میں ولادت نبوی سے لے کر سنہ ۸۴۵ھ سنہ ۱۴۴۱ء تک کے اہم واقعات کو ترتیب زمانی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا مصنف مجمل فصیحی خوافی ہے۔ یہ نسخہ نہایت درجہ صحیح، خوش خط اور نایاب ہے۔ اور سنہ ۹۹۳ھ کا مکتوبہ ہے (نمبر ۴۵۵)

۳۔ خلاصۃ الاخبار: ۔ ایشیا کی تاریخ کا ایک بہترین خلاصہ از خوندمیر (متوفی سنہ ۹۴۱ھ سنہ ۱۵۳۴ء) ایک قدیم اور صحیح نسخہ۔ سنہ ۹۶۶ھ کا مکتوبہ (نمبر ۴۶۳)

۴۔ تاریخ ابوالخیر خانی: ۔ عام تاریخ۔ اس میں ابوالخیر خاں قبچاق کے دور حکومت کا تفصیلی حال بھی درج ہے۔ اسے ازبک سلطان عبداللطیف

---

[1] یہ فہرست اس کتاب کے لئے خاں صاحب مولوی عبدالمقتدر صاحب نے خاص طور پر تیار کی ہے۔

بہادر خاں (سنہ ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء - سنہ ۹۵۹ھ ۱۵۵۱ء) کے حکم پر مسعود بن عثمان خزستانی نے تصنیف کیا ہے۔ ایک نہایت نایاب اور صحیح نسخہ مکتوبہ سنہ ۹۹۹ھ (نمبر ۴۶۸)

۵۔ تحفۃ الکرام :- ایک عمومی تاریخ اور سندھ کی خصوصی تاریخ (سنہ تصنیف سنہ ۱۱۸۰ھ ۱۷۶۶ء) از میر علی شیر خاں ٹھٹھوی۔ ایک صاف ستھرا اور خوبصورت نسخہ، اسے سنہ ۱۲۳۳ھ میں محمد اسماعیل شیرازی نے محمد ناصر خاں ایرانی کے لئے لکھا تھا (نمبر ۴۷۹)

۶۔ ترجمہ مولود النبی :- فارسی ترجمہ (سنہ تصنیف سنہ ۷۶۰ھ ۱۳۵۸ء) یہ سعید بن مسعود الکازرونی (متوفی سنہ ۷۵۵ھ ۱۳۵۴ء) کی لکھی ہوئی سیرۃ النبی کا ترجمہ ہے جو سعید کے بیٹے عفیف نے کیا ہے۔ یہ ایک قدیم اور صحیح نسخہ ہے اور سنہ ۸۴۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۷۔ درج الدرر :- مفصل سیرت النبی۔ از علاء الدین عبداللہ (متوفی سنہ ۸۸۳ھ ۱۴۷۸ء) ایک بہت نایاب نسخہ۔

۸۔ مناقب مرتضوی :- چوتھے خلیفہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے سوانح و مناقب۔ از کاشفی (متوفی سنہ ۱۰۶۱ھ ۱۶۵۰ء) یہ ایک بیش قیمت نسخہ ہے مصنف کی وفات کے صرف تیرہ سال بعد سنہ ۱۰۷۴ھ میں لکھا گیا ہے (نمبر ۴۹۴)

۹۔ روضۃ الشہداء :- رسول خدا، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ حضرت حسن اور حضرت حسین اور دوسرے شہداء کی سیرت۔ از ملا حسین واعظ کاشفی (متوفی سنہ ۹۱۰ھ ۱۵۰۴ء) نہایت نفیس نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۷۶ھ

۱۰۔ حیات القلوب :- انبیاء کا تذکرہ از باقر مجلسی (متوفی

سنہ ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۸ء) نہایت بیش قیمت نسخہ۔ مصنف کی زندگی یعنی سنہ ۱۰۹۰ھ کا مکتوبہ (نمبر ۵۰۱)

۱۱۔ مختار نامہ :- منظوم حسین ابن علی، مختار کی تاریخ (سنہ تصنیف سنہ ۹۴۶ھ/۱۵۹۳ء) از ابوذر سلمان۔ نہایت نادر، صحیح اور قیمتی نسخہ۔ مشہور کاتب مرشد الکاتب شیرازی کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ مکتوبہ سنہ ۹۴۷ھ (نمبر ۵۰۴)

۱۲۔ تاریخ عالم آرائے عباسی :- (صحیفہ دوم)۔ ایران کے شاہ عباس کبیر کے دورِ حکومت کے ابتدائی تیس سالوں کی تاریخ سنہ ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء تا سنہ ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) ایک نادر نسخہ۔ سنہ ۱۰۳۴ھ کا یعنی تصنیف کے چار سال بعد کا مکتوبہ نسخہ (۵۲۱)

۱۳۔ ہشت بہشت :- عثمانی ترک خاندان کے پہلے آٹھ حکمرانوں کی تاریخ۔ از حکیم الدین ادریس البیدیسی (متوفی ۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء) تین جلدوں میں خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ نہایت نادر اور بیش قیمت (۵۳۲-۵۳۴)۔

۱۴۔ سیرت فیروزشاہی :- فیروزشاہ کے دورِ حکومت کے ابتدائی سالوں کی ایک بے مثل تاریخ فیروزشاہ کی خوبیوں۔ اس کی خلق دوستی۔ اس کے تعمیری کاموں، یادگاروں اور عوامی بھلائی کے کاموں وغیرہ کی تفصیل۔ مصنف کا نام معلوم نہیں۔ تصنیف کا سنہ ۷۷۲ ہجری (م سنہ ۱۳۷۰ء) ہے یعنی اس شہنشاہ کے دورِ حکومت کے بیسویں سال لکھی گئی ہے۔ یہ نسخہ سنہ ۱۰۰۲ء کا مکتوبہ ہے (نمبر ۵۴۷)

۱۵۔ تاریخ داؤدی :- بہلول لودھی سے لے کر داؤد شاہ کی وفات (سنہ ۹۶۸ھ/۱۵۶۰ء) تک لودھی اور سور خاندانوں کی تاریخ۔ اسے شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں عبداللہ نامی کسی مصنف نے تصنیف کیا ہے۔ یہ ایک

نایاب کتاب ہے (نمبر ۵۴۸)

۱۶۔ واقعات بابری :۔ بابر کی تزک کا فارسی ترجمہ (از عبدالرحیم خانخاناں۔ یہ ایک عمدہ نسخہ ہے اور غزنی میں کسی امیر کے کتب خانہ کے لئے لکھا گیا ہے۔ (نمبر ۵۴۹)۔

۱۷۔ تاریخ خاندان تیموریہ :۔ ایران میں تیمور اور اس کے جانشینوں اور بابر، ہمایوں اور اکبر کے بائیسویں سنہ جلوس تک کی تاریخ۔ اس کا دوسرا نسخہ اب تک کہیں اور دریافت نہیں ہوا ہے۔ نہایت بیش قیمت اور حد درجہ دلچسپ نسخہ۔ اس کے اندر (۱۱۲) تصویریں ہیں۔ ان تصویروں کو شہنشاہ اکبر کے دربار کے ساٹھ مصوروں نے خود شہنشاہ کے لئے تیار کیا تھا۔ نسخہ پر شہنشاہ شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت موجود ہے۔ اس کے سوا فرانسس گلاڈون کے دستخط بھی اس پر ثبت ہیں

۱۸۔ سوانح اکبری :۔ اکبر کی ولادت سے لے کر اس کے چوبیسویں سنہ جلوس (۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء) تک کی تاریخ۔ از میر حیدر حسینی بلگرامی۔ نایاب کتاب۔ اس نسخہ پر جے، ایچ، بلوخ مان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بہت سے کارآمد حواشی درج ہیں۔ (نمبر ۵۵۶)

۱۹۔ جہانگیر نامہ :۔ تزک جہانگیری کا ابتدائی متن۔ جو جہانگیر کے دور حکومت کے تیسرے سال لکھا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۰۲۰ھ یعنی چھٹے سال جلوس کا مکتوبہ ہے۔ اس پر شہزادہ محمد سلطان (اورنگ زیب کے سب سے بڑے بیٹے) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک عبارت درج ہے۔ یہ کتاب شہزادہ محمد سلطان کے قبضے میں گولکنڈے کے قطب شاہی بادشاہوں کے کتب خانہ سے آئی تھی۔ کتاب کے پہلے صفحہ پر سلطان محمد قطب شاہ اور سلطان عبداللہ قطب شاہ

کی مہریں ثبت ہیں (۵۵۷)

۲۰۔ اقبال نامہ جہانگیری :۔ عہد جہانگیر کی تاریخ۔ از معتمد خاں (متوفی سنہ ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء) یہ کتاب تین جلدوں پر منقسم ہے۔ اس کی پہلی دو جلدیں جو جہانگیر کے اسلاف کی تاریخ پر ہیں، حد درجہ نایاب ہیں۔

۲۱۔ شاہجہاں نامہ :۔ شاہجہاں کے دور حکومت کی مکمل تاریخ چار جلدوں میں ہر جلد الگ الگ مصنف کی لکھی ہوئی۔ یہ نسخہ ایک قیمتی اور صحیح نسخہ ہے اور عہد اورنگ زیب کے مرزا اسلطان کی فرمائش پر لکھا گیا ہے۔ اس پر لوئی دی کاسٹا، فرانسس گاڈون اور میجر پولر کے دستخط ثبت ہیں۔

۲۲۔ بادشاہ نامہ :۔ شاہجہاں کے دور کی ایک اور مکمل تاریخ اس کے دو حصے ہیں۔ اور دونوں الگ الگ مصنفوں کے قلم سے نکلے ہیں۔ اس میں بارہ قلمی تصویریں بھی ہیں اور متاخر عہد مغل قلم کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کے سوا شاہجہاں کے عہد کی عمارتوں اور مسجدوں کے سات رنگین نقشے بھی ہیں۔ دہلی دربار سنہ ۱۹۱۱ء کے موقع پر انگلستان کے بادشاہ سلامت اور ملکہ نے اسے ملاحظہ فرمایا تھا۔

۲۳۔ سیر المتاخرین :۔ کوروؤں اور پانڈوؤں کے عہد سے لے کر سنہ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء تک بنگال کی تفصیل۔ (سنہ تصنیف سنہ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) از غلام حسین طباطبائی بہت صحیح نسخہ اور غالباً خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۴۔ فاتحہ عبریہ :۔ میر جملہ نے اورنگ زیب کے عہد میں کوچ بہار اور آسام پر جو چڑھائی کی تھی اور یہ مہم جس طرح ناکام رہی اس کا تفصیلی حال (سنہ تصنیف ۱۰۷۳ھ) از شہاب الدین

ثالث۔ یہ نسخہ مصنف کے پوتے اعتصام الدین نے سنہ ۱۱۰۱ھ کے لگ بھگ اپنے قیام لندن کے دوران میں آرچبالڈسون ٹن کے گھر میں لکھا تھا۔

سوانح

۲۵۔ تذکرۃ الاولیار :۔ (حصہ اول) مشہور صوفیہ کے حالات ان میں کے بیشتر صوفیار پہلی تین ہجری صدیوں کے ہیں۔ از شیخ فریدالدین عطارؒ (متوفی سنہ ۶۲۷ھ / ۱۲۲۹ء) ایک قدیم اور صحیح نسخہ۔ مکتوبہ ۷۲۴ھ

۲۶۔ اسی کتاب کا ایک اور نسخہ خوبصورت اور واضح خط نسخ میں لکھا ہوا مکتوبہ سنہ ۸۳۰ھ

۲۷۔ اسی کتاب کا ایک اور خوبصورت اور نہایت صحیح نسخہ جس کے حاشیوں پر بہت سے مفید نوٹ درج ہیں۔ مکتوبہ سنہ ۹۲۹ھ۔

۲۸۔ آثار الوزرار :۔ عہد قدیم سے لے کر سنہ ۸۷۳ھ تک کے مشہور وزیروں کے حالات (سنہ تصنیف ۸۳۳ھ) از سیف الدین حاجی۔ کمیاب۔ صحیح اور عمدہ نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۴۴ھ

۲۹ رشحات :۔ طریقۂ نقشبندیہ کے شیوخ کے حالات۔ اور خاص کر مصنف کے پیر خواجہ عبید اللہ احرار کے حالات۔ سنہ تصنیف ۹۰۹ھ (از فخر الدین علی صفی)

۳۰۔ مراۃ القدس :۔ حضرت عیسیٰؑ کی سیرت۔ اسے شہنشاہ اکبر کی فرمائش پر سنہ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۲ء میں پادری جرنی موزوایر نے لکھا۔ ایک عمدہ اور صحیح نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۳۷ھ

۳۱۔ مجالس العشاق :۔ ایسے ستر مشہور صوفیار کے حالات؟

دوسری صدی ہجری سے لے کر مصنف کے زمانے تک گزرے ہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب سلطان حسین بالقیرا کی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن دوسرے باوثوق مصنفوں کا بیان ہے کہ یہ کتاب کمال الدین حسین کی تصنیف ہے۔

۳۲۔ اسی کتاب کا ایک اور نہایت درجہ قیمتی اور خوبصورت نسخہ۔ اس میں نفیس ترین ایرانی قلم کی (۳۲) تصویریں ہیں۔ متن نہایت خوبصورت نستعلیق خط میں کاتب احمد الحافظ شیرانی نے لکھا ہے۔

۳۳۔ سفینۃ الاولیاء :۔ ابتدائے اسلام سے لے کر مصنف کے زمانے تک کے مشہور شیوخ کے سوانح۔ سنہ تصنیف ۱۰۴۹ہجری۔ از شاہزادہ دارا شکوہ۔ نہایت درجہ بیش قیمت نسخہ۔ خود مصنف نے اس کی نظر ثانی اور تصحیح کی ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک عبارت بھی درج ہے۔

۳۴۔ مآثر رحیمی۔ (آخری حصہ)۔ عبدالرحیم خانخاناں کے ہم عصر حکیموں، طبیبوں، عالموں، فاضلوں، خطاطوں، خانخاناں کے فوجی سرداروں اور اس کے دربار کے مدح گو شاعروں کا تذکرہ۔ زمانہ تصنیف سنہ ۱۰۲۵ہجری۔ از عبدالباقی نہاوندی۔

۳۵۔ اسی کتاب کا ایک اور نہایت بیش قیمت نسخہ۔ اس کے حاشیوں پر کئی اہم نوٹ درج ہیں۔ یہ نسخہ کسی وقت اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے دور کے مشہور امیر مہابت خاں کے بیٹے فیروز جنگ کی ملک میں رہ چکا ہے۔

۳۶۔ کلمات الصادقین :۔ دہلی میں آسودۂ خاک اولیاء

کے حالات۔ زمانۂ تصنیف سنہ ۱۰۲۳ھ از صادق ہمدانی۔ نہایت درجہ نادر اور قیمتی نسخہ۔

۳۷۔ مراۃ مداری :۔ ہندستان کے مشہور بزرگ حضرت شاہ مدار کی سوانح عمری زمانۂ تصنیف سنہ ۱۰۶۴ھ۔ از عبدالرحمٰن چشتی۔ نایاب

۳۸۔ ید بیضا :۔ متقدمین اور متاخرین شعرائے ایران کا تذکرہ زمانۂ تصنیف سنہ ۱۱۴۸ھ۔ از غلام علی آزاد بلگرامی۔ ایک قیمتی اور صحیح نسخہ۔ اس کا بیشتر حصہ خود مصنف نے لکھا ہے۔

۳۹۔ عقد ثریا :۔ عہد محمد شاہ سے شاہ عالم بادشاہ کے عہد تک کے بیشتر فارسی گو ہندستانی شاعروں کا تذکرہ۔ زمانۂ تصنیف سنہ ۱۱۹۹ھ اردو کے مشہور شاعر مصحفی کی تصنیف۔ نادر۔

۴۰۔ گل رعنا :۔ ہندستان کے ہندو مسلم شاعروں کا تذکرہ۔ ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے زمانۂ تصنیف سنہ ۱۱۸۲ھ از لچھمی نارائن شفیق نہایت نادر۔

۴۱۔ مخزن الغرائب (۳۱۴۸) فارسی گو شاعروں کا نہایت ضخیم تذکرہ زمانۂ تصنیف ۱۲۱۸ ہجری۔ از احمد علی ہاشمی۔ دو جلدوں میں مکتوبہ سنہ ۱۲۲۴ھ۔ یعنی تصنیف کے پانچ سال بعد کا لکھا ہوا

۴۲۔ خلاصۃ الاشعار تقی کاشی (متوفی سنہ ۱۰۱۶ھ) کے تذکرۃ الشعرا کا ایک حصہ۔ اس حصہ میں حافظ (متوفی سنہ ۷۹۲ھ) سے لے کر فغانی (متوفی سنہ ۹۲۵ھ) تک کے شعرا کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب بہت نایاب ہے۔

۴۳۔ عرفات العاشقین :۔ فارسی گو شاعروں کا ایک نہایت

ضخیم تذکرہ ۔ زمانہ تصنیف سنہ ۱۰۲۲ھ ۔ از تقی اوحدی ۔ یہ کتاب حددرجہ نایاب ہے ۔

۴۴ ۔ سفینہ خوشگو ۔ (جلد سوم) ۔ از خوشگو مصنف کے ہم عصر شاعروں کا تذکرہ ۔ زمانہ تصنیف ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء ۔ یہ قیمتی نسخہ اس کتاب کی نہایت نایاب اور اہم تیسری جلد کا دوسرا حصہ ہے ۔ یہ نسخہ غلام علی آزاد بلگرامی کی فرمائش پر سنہ ۱۱۸۲ھ میں لکھا گیا تھا ۔

نظم

۴۵ ۔ شاہنامہ :۔ از فردوسی طوسی (متوفی ۴۱۱ھ/۱۰۲۰ء) نہایت خوبصورت اور مصور نسخہ ۔ ایرانی قلم کی تصویریں طلائی اور رنگین بنائی گئی ہیں ۔ نہایت نفیس اور واضح نستعلیق میں مشہور خطاط مرشد الکاتب شیرازی نے سنہ ۹۴۲ ہجری میں لکھا ہے ۔ یہ قلمی نسخہ شہنشاہ شاہجہاں کی خدمت میں کابل اور کشمیر کے صوبہ دار علی مردان خاں نے بطور نذرانہ پیش کیا تھا (نمبر ۱)

۴۶ ۔ شاہنامہ :۔ شاہنامہ کا ایک اور خوبصورت اور مرصع نسخہ ۔ ایرانی قلم کی نفیس تصویریں طلا کار مرصع حاشیوں کے اندر بنائی گئی ہیں ۔ ان تصویروں میں صحرائی مناظر پیش کئے گئے ہیں ۔ (نمبر ۲)

۴۷ ۔ منطق الطیر :۔ از شیخ فرید الدین عطار (متوفی ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء) بہت قدیم نسخہ ۔ مکتوبہ سنہ ۸۴۳ ہجری ۔

۴۸ ۔ رباعیات سیف الدین :۔ سیف الدین (متوفی ۶۵۸ھ/۱۲۵۹ء) کی رباعیاں نایاب اور نہایت نفیس قلم میں لکھا ہوا نسخہ ۔ بظاہر

نویں صدی ہجری کا مکتوبہ (نمبر ۵۶)

۴۹۔ دیوان اسیر :۔ اسیر (متوفی ۶۶۵ھ / ۱۲۶۶ء) کا دیوان۔ خوبصورت اور نایاب نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری۔ اس نسخہ پر گولکنڈے کے چھٹے قطب شاہی سلطان عبداللہ قطب شاہ کی مہر ثبت ہے۔ (نمبر ۵۷)

۵۰۔ مثنوی مولوی معنوی :۔ از مولانا جلال الدین رومی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) نہایت باریک نستعلیق خط میں محمد بن حسن کرمانی نے سنہ ۹۵۶ ہجری میں لکھا ہے۔ (نمبر ۵۹)

۵۱۔ دیوان امامی :۔ امامی ہروی (متوفی ۶۸۶ھ / ۱۲۷۷ء) کی رباعیوں کا کمیاب نسخہ۔ (نمبر ۸۸)

۵۲۔ کلیات سعدی :۔ شیخ سعدی (متوفی ۶۹۱ھ / ۱۲۹۱ء) کے کلیات کا ایک خوبصورت نسخہ۔ اس میں کشمیری قلم کی نفیس تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ شروع سے آخر تک حاشیہ حد درجہ مرصع اور طلاکار ہے۔ (نمبر ۹۲)۔

۵۳۔ شش رسالہ سعدی :۔ سعدی کے چھ رسالوں کا ایک قیمتی نسخہ۔ اس نسخہ پر شہنشاہ شاہجہاں اور عبدالرحیم خانخاناں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارتیں درج ہیں۔ اس کو مشہور کاتب میر علی کے بیٹے باقر نے لکھا ہے۔ (نمبر ۹۰)

۵۴۔ گلستان و بوستان (ایک جلد میں مجلد)۔ نہایت واضح اور نفیس خط نسخ میں ہدایت شیرازی نے لکھا ہے۔ اس کے اندر تصویریں بھی دی گئی ہیں۔

۵۵۔ بوستاں۔ بوستاں سعدی کا انتخاب۔ حد درجہ

باریک اور خوبصورت نستعلیق خط میں لکھا ہوا نسخہ۔ اسے غالباً میر عماد
(متوفی سنہ ۱۰۲۴ ہجری) نے لکھا ہے۔ (نمبر ۹۹)

۵۶۔ گلستاں :۔ گلستاں سعدی کا ایک قیمتی نسخہ۔ نہایت باریک نستعلیق خط میں سُنہری افشاں کئے ہوئے مختلف رنگ کے کاغذوں پر محمد القوام شیرازی نے سنہ ۹۹۰ھ میں لکھا ہے (نمبر ۱۰۲)

۵۷۔ گلستاں :۔ گلستاں کا ایک اور نفیس نسخہ۔ اسے ہدایت اللہ زرین قلم نے سنہ ۱۱۱۵ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۰۳)

۵۸۔ شرح گلستاں :۔ سروری (متوفی سنہ ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء) کی شرح گلستاں کا ایک نہایت درجہ قیمتی نسخہ۔ خود مصنف نے نہایت پختہ اور عالمانہ خط نسخ میں سنہ ۹۶۱ ہجری کے قریب یعنی اپنی وفات سے کوئی آٹھ سال پہلے لکھا ہے۔ (نمبر ۱۰۷)

۵۹۔ نورستان :۔ گلستان سعدی کی شرح۔ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مصنفہ محمد واصلی کردی سالاری۔ عہد بہادر شاہ کی تصنیف مکتوبہ سنہ ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء (نمبر ۱۰۸)

۶۰۔ ہفت بند کاشی :۔ مشہور مرثیہ گو شاعر محتشم کاشانی (متوفی سنہ ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء) کے "ہفت بند" کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ۔ نہایت واضح نستعلیق خط میں محمد علی اعجاز رقم نے سنہ ۱۲۰۰ھ میں لکھا ہے۔

۶۱۔ ہفت بند کاشی :۔ ہفت بند کاشی کا ایک اور خوبصورت نسخہ جو اس کتب خانہ کے بانی کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس نسخہ کا قلم موجودہ ہندستانی خطاطی کا نفیس نمونہ ہے۔

۶۲۔ گلشن راز :۔ مولانا محمود شبستری (متوفی سنہ ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء)

کی مثنوی گلشن راز کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ۔

۶۳۔ دیوان خسرو :۔ امیر خسرو (متوفی ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء) کے دیوان کا ایک نہایت شاندار اور دلچسپ نسخہ۔ یہ نسخہ کسی وقت شہنشاہ ہمایوں کی بیٹی شہزادی سکینہ بانو کی ملک رہ چکا ہے۔ مکتوبہ ۹۷۸ھ۔ (نمبر ۱۲۷)

۶۴۔ خمسہ خسرو : خمسۂ خسرو کا ایک نفیس اور مصور نسخہ جسے دو کاتبوں نے مل کر سنہ ۹۷۴ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۲۸)

۶۵۔ مطلع الانوار :۔ خسرو کی مثنوی مطلع الانوار کا ایک نہایت بیش قیمت نسخہ۔ اسے مشہور کاتب میر علی نے بخارا میں سنہ ۹۴۷ھ کے قریب سلطان بخارا عبد العزیز کے لئے لکھا ہے۔ اس مخطوطے کے اندر پورے صفحہ کی چار تصویریں بھی ہیں۔ یہ تصویریں بہترین ایرانی طرز کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ (نمبر ۱۲۹)

۶۶۔ دول رانی وخضر خاں :۔ حضرت امیر خسرو کی مثنوی دول رانی وخضر خاں کا ایک نہایت دلچسپ نسخہ۔ اس مثنوی میں سلطان علاء الدین محمد شاہ خلجی کے بیٹے خضر خاں اور گجرات کے راجہ رائے کرن کی بیٹی دول رانی کی داستان محبت بیان کی گئی ہے۔ مثنوی کا یہ نسخہ دور اکبری کے صوبہ دار گجرات شہاب الدین احمد خاں کے حکم پر احمد آباد میں سنہ ۹۹۵ھ کے قریب لکھا گیا ہے۔ اس نسخہ کی تصحیح اور مقابلے کا کام شاعر محمد شریف واقعی نے کیا ہے۔ (نمبر ۱۳۱)

۶۷۔ دیوان حسن :۔ حسن دہلوی۔ (متوفی ۷۲۷ھ / ۱۳۲۷ء) کا دیوان غزلیات۔ یہ نسخہ مشہور خطاط محمد حسین کاشمیری نے سنہ ۱۰۰۱ھ میں اکبر کے ایک سپہ سالار فرید بخاری کے کتب خانہ کے لئے لکھا ہے (نمبر ۱۳۲)

۶۸۔ دیوان سلمان :۔ سلمان ساوجی (متوفی ۷۷۸ھ / ۱۳۷۶ء) کے دیوان کا قدیم ترین معلومہ نسخہ۔ نہایت باریک خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ اور سنہ ۸۰۱ھ میں یعنی شاعر کی وفات کے کوئی (۲۳) سال بعد اس کی کتابت ہوئی ہے۔ (نمبر ۱۴۷)

۶۹۔ مہر و مشتری :۔ اثر (متوفی ۷۸۳ھ / ۱۳۸۲ء) کی مثنوی مہر و مشتری کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ۔ یہ نسخہ محمود بخاری نے سنہ ۱۰۱۷ھ میں ولی محمد کے لئے لکھا تھا۔ خیال ہے یہ شخص وہی ولی محمد ہے جو استراخاں خاندان کا دوسرا بادشاہ گزرا ہے۔ (نمبر ۱۴۸)

۷۰۔ دیوان رکن سائن :۔ رکن الدین سائن ہروی (متوفی ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲ء) کے دیوان کا ایک نادر اور نہایت خوبصورت خط میں لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۸۸۳ھ

۷۱۔ دیوان حافظ :۔ خواجہ شمس الدین حافظ (متوفی ۷۹۱ھ / ۱۳۸۸ء) کے دیوان غزلیات کا نہایت نادر اور دلچسپ نسخہ۔ اس نسخہ کے حاشیہ پر شہنشاہ ہمایوں اور شہنشاہ جہانگیر نے اپنے قلم سے عبارتیں لکھی ہیں ان عبارتوں میں بتایا گیا ہے کہ کن کن موقعوں پر اس دیوان سے فال لی گئی تھی۔ اس فال کے بعد کیا عمل کیا گیا اور ان کے کیا نتائج نکلے (نمبر ۱۵۱)

۷۲۔ دیوان حافظ :۔ دیوان حافظ کا ایک اور دلچسپ نسخہ۔ اس نسخہ میں غزلیات کے مشکل الفاظ کی ایک فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ رباعیات عمر خیام کا مجموعہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ غزلیات حافظ پر بعض تنقیص تضمینیں بھی ہیں۔ اور کہیں کہیں نقیص ہندستانی

طرز میں تصویریں بھی دی گئی ہیں۔

۷۳۔ دیوان حافظ :- دیوان حافظ کا ایک اور خوبصورت نسخہ اسے مشہور خطاط تورک نے سنہ ۹۷۱ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۵۲)

۷۴۔ دیوان حافظ :- دیوان حافظ کا ایک اور نایاب نسخہ۔ یہ نسخہ مشہور خطاط محمد حسن نے سنہ ۱۰۲۳ھ میں گولکنڈے کے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ کے لئے لکھا۔ اس کے پہلے صفحہ پر سلطان محمد قطب شاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت بھی موجود ہے۔ (نمبر ۱۵۳)

۷۵۔ دیوان کمال خجندی :- مشہور ایرانی شاعر کمال الدین خجندی (متوفی ۸۰۳ھ/۱۴۰۰ء) کا دیوان غزلیات۔ نہایت درجہ خوبصورت اور واضح نستعلیق خط میں شاعر کی وفات سے کوئی (۸۳) سال بعد سنہ ۸۸۶ھ میں لکھا گیا ہے۔ (نمبر ۱۶۳)

۷۶۔ دیوان قاسم انوار :- فارسی کے مشہور شاعر قاسم انوار (متوفی ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء) کا دیوان اشعار سنہ ۹۳۳ھ میں لکھا گیا ہے اور اسے خطاط عابدی نیشاپوری نے نہایت واضح نستعلیق خط میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۷۰)

۷۷۔ حال نامہ۔ عارف ہروی (متوفی ۵۳۳ھ/۱۱۳۹ء) صوفیانہ تمثیلی مثنوی کا ایک نہایت شاندار نسخہ اسے خطاطی کے نامور استاد میر علی الکاتب نے دبیز کاغذ پر کھلے اور واضح نستعلیق خط میں لکھا ہے عنوان سفید اور سنہری گل بوٹوں کے اندر لکھے گئے ہیں۔ حاشیے مختلف رنگوں کے ہیں اور انہیں شروع سے آخر تک طرح طرح کے سنہری گل بوٹوں سے سجایا گیا ہے (نمبر ۱۷۲)۔

۷۸۔ دیوان امیر شاہی :- امیر شاہی (متوفی ۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء) کے

دیوان کا ایک نفیس نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۱۵ ہجری۔ یہ نسخہ بھی مذکورہ بالا استاد میر علی الکاتب نے لکھا ہے۔ حاشیہ رنگ برنگی گل بوٹوں کا ہے اور اس کے اندر جنگل کے مناظر پیش کئے گئے ہیں۔ (نمبر ۱۷۴)۔

۷۹۔ دیوان امیر شاہی :۔ امیر شاہی کے دیوان کا ایک اور نسخہ۔ اس نسخہ پر جہانگیر اور عالمگیر کے بعض امیروں کی مہریں ثبت ہیں (نمبر ۱۷۵)

۸۰۔ دیوان بنائی :۔ بنائی (متوفی ۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء) کے دیوان غزلیات کا ایک نادر نسخہ۔ (نمبر ۲۱۵)۔

۸۱۔ دیوان امیر حاج النسی :۔ امیر حاج النسی (متوفی ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء) کا حد درجہ نادر لیکن قدرے ناقص نسخہ۔

۸۲۔ کلیات جامی :۔ مولانا عبدالرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء) کے کلیات نظم و نثر کا ایک نہایت نفیس اور مصور نسخہ۔ یہ نسخہ سنہ ۱۰۷۰ھ کا مکتوبہ ہے اور اس پر سنہ ۱۱۵۱ھ میں امیرالامرا غازی الدین عماد الملک فیروز جنگ بہادر کی مُہر ثبت ہے۔ (نمبر ۱۸۰)۔

۸۳۔ کلیات جامی :۔ کلیات جامی کا ایک اور نسخہ جو پہلے نسخہ کی طرح تصویروں سے مزیّن ہے۔ یہ نسخہ سنہ ۹۷۰ھ کا مکتوبہ ہے۔ (نمبر ۱۸۱)۔

۸۴۔ ہفت اورنگ :۔ مولانا عبدالرحمن جامی کی ہفت اورنگ کا ایک نفیس نسخہ۔ اسے مشہور خطاط شاہ محمد الکاتب نے سنہ ۹۰۸ھ میں مصنف کی وفات کے کوئی دس سال بعد لکھا ہے۔ (نمبر ۱۸۲)

۸۵۔ ہفت اورنگ :۔ ہفت اورنگ جامی کا ایک اور عمدہ نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۰۲۸ھ (نمبر ۱۸۳)۔

۸۶ سلسلۃ الذہب :۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی تصنیف سلسلۃ الذہب کا ایک نہایت نفیس نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۹۵ھ (نمبر ۱۸۴)

۸۷۔ سلسلۃ الذہب :۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ (پہلا دفتر) اور دیوان۔ (نمبر ۱۸۵)

۸۸۔ سلسلۃ الذہب :۔ مولانا جامی کی تصنیف سلسلۃ الذہب کا ایک نہایت نفیس نسخہ۔ اس پر تاریخ کتابت درج نہیں۔ (نمبر ۱۸۶)

۸۹۔ تحفۃ الاحرار :۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی مثنوی تحفۃ الاحرار کا ایک نہایت قدیم نسخہ گو نسخہ پر تاریخ کتابت درج نہیں (نمبر ۱۸۸)

۹۰۔ تحفۃ الاحرار :۔ تحفۃ الاحرار کا ایک اور نفیس نسخہ (نمبر ۱۸۹)

۹۱۔ سبحۃ الابرار :۔ مولانا جامی کی تصنیف سبحۃ الابرار کا ایک بیش قیمت نسخہ۔ اس کے اندر نہایت نازک تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں۔ یہ نسخہ مولانا جامی کے ہمعصر خطاط سلطان محمد نور نے سنہ ۹۱۹ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۹۱)۔

۹۲۔ سبحۃ الابرار :۔ سبحۃ الابرار کا ایک اور عمدہ لیکن قدرے ناقص نسخہ مکتوبہ سنہ ۹۲۷ھ (نمبر ۱۹۲)

۹۳۔ سبحۃ الابرار :۔ سبحۃ الابرار کا ایک اور عمدہ نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۳۵ھ (نمبر ۱۹۳)

۹۴۔ سبحۃ الابرار :۔ سبحۃ الابرار کا ایک اور نسخہ مصنف کے ایک ہم وطن خطاط نے ۹۸۰ھ میں لکھا ہے (نمبر ۱۹۴)

۹۵۔ مثنوی یوسف زلیخا :۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی

مثنوی یوسف زلیخا کا حد درجہ بیش قیمت نسخہ۔ اس نسخہ کی قیمت کسی وقت ایک ہزار مُہر تھی۔ یہ نسخہ عبد الرحیم خانخاناں نے جہانگیر کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ خطاطی کے نامور استاد میر علی الکاتب نے سنہ ۹۳۰ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۹۶)۔

۹۶۔ مثنوی یوسف زلیخا:۔ مثنوی یوسف زلیخا کا ایک اور نہایت نفیس نسخہ۔ یہ نسخہ خطاطی کے ایک اور نامور اُستاد میر عماد نے سنہ ۱۰۱۸ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۱۹۷)

۹۷۔ نفحات الانس:۔ مولانا عبد الرحمن جامی کی تصنیف۔ نفحات الانس کا ایک نادر نسخہ۔ یہ نسخہ سمرقند کے فرماں روا سلطان دین محمد کے کتب خانے کے لئے سنہ ۱۰۰۳ھ میں لکھا گیا تھا۔ (نمبر ۲۰۴)

۹۸۔ مثنوی شیریں خسرو:۔ مولانا جامی کے پوتے ہاتفی خرجردی (متوفی ۹۲۷ھ/۱۵۲۱ء) کی مثنوی شیریں خسرو کا ایک نفیس نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۷۶ھ (نمبر ۲۲۳)

۹۹۔ مثنوی شیریں خسرو:۔ ہاتفی کی شیریں خسرو کا ایک اور نفیس نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۷۳ھ۔ (نمبر ۲۲۴)

۱۰۰۔ تیمور نامہ:۔ ہاتفی کی تصنیف تیمور نامہ کا ایک نہایت شاندار نسخہ۔

۱۰۱۔ فتوح الحرمین:۔ محی لاری (متوفی ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء) کی تصنیف یہ نسخہ مکہ معظمہ میں لکھا گیا ہے۔ اس کے اندر نہایت خوبصورت طلا رکار نقشے اور تصویریں دی گئی ہیں۔ یہ نقشے اور تصویریں حرم، مساجد، کوٹوں، پہاڑیوں اور صحابہ اور اہل بیت کے مقبروں کی ہیں۔ مکتوبہ سنہ ۹۷۹ھ (نمبر ۲۲۶)

۱۰۲۔ دیوان لسانی :۔ لسانی (متوفی ۹۴۱ھ/۱۵۳۴ء) کا نایاب دیوان مکتوبہ سنہ ۹۷۰ھ۔ یہ نسخہ شاعر کی وفات کے صرف انتیس سال بعد واضح نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔

۱۰۳۔ دیوان شریف تبریزی :۔ شریف تبریزی (متوفی ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) کے دیوان غزلیات کا ایک نہایت نایاب و نادر نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۹۹۴ھ۔

(نمبر ۲۳۳)۔

۱۰۴۔ دیوان حیدر قلوج :۔ ان پڑھ شاعر حیدر قلوج (متوفی ۹۵۹ھ/۱۵۵۱ء) کے دیوان کا نایاب اور عمدہ نسخہ۔ سنہ ۹۶۷ھ میں شاعر کی وفات کے صرف سات سال بعد لکھا گیا ہے۔ خط نہایت باریک اور خوبصورت نستعلیق ہے۔ عبدالرشید دیلمی، عنایت خاں اور شاہجہاں کے دربار کے اور امیروں کی مہریں اس کے صفحہ اول پر ثبت ہیں۔ (نمبر ۲۳۴)

۱۰۵۔ دیوان کامران :۔ شہنشاہ ہمایوں کے بھائی شہزادے کامران کا ایک حد درجہ بیش قرار اور منفرد نسخہ۔ اس پر شہنشاہ جہانگیر اور شہنشاہ شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارتیں اور اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کے دربار کے بہت سے ممتاز امیروں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ یہ نسخہ خطاطی کے مسلم استاد میر علی کے شاگرد استاد محمود نے لکھا ہے۔ (نمبر ۲۳۷)

۱۰۶۔ دیوان شرف جہاں :۔ شرف جہاں قزوینی کے دیوان کا ایک نہایت شاندار نسخہ۔ یہ نسخہ استاد محمد رضا مشہدی نے لکھا ہے (نمبر ۲۳۸)

۱۰۷۔ دیوان شرف جہاں :۔ دیوان شرف جہاں قزوینی کا ایک اور بیش قیمت نسخہ۔ یہ نسخہ خطاطی کے مشہور استاد عنایت اللہ

شیرازی نے شاعر کی وفات کے بارہ سال کے بعد سنہ ۱۰۹۱ھ میں لکھا ہے۔ (نمبر ۲۳۹)۔

۱۰۸۔ دیوان قاسم ارسلان :۔ قاسم ارسلان (متوفی ۹۹۵ھ/۱۵۸۶ء) کے دیوان کا ایک نادر اور خوبصورت نسخہ۔ (نمبر ۲۴۹)

۱۰۹۔ دیوان غزلیات فیضی :۔ فیضی (متوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) کے دیوان غزلیات کا ایک شاندار نسخہ جو نواب شیر جنگ بہادر کی فرمائش پر لکھا گیا ہے۔ (نمبر ۲۶۱)

۱۱۰۔ شہنشاہ نامہ :۔ شہنشاہ نامہ کا واحد اور نہایت بیش قرار نسخہ۔ اس کتاب میں ترکی کے سلطان محمد ثالث کے کارنامے نظم کیے گئے ہیں اور اسی سلطان کے لئے یہ نسخہ لکھا گیا تھا۔ اس نسخہ میں ایرانی طرز کی بہت سی تصویریں بھی ہیں۔ اس پر دربار مغلیہ کے بہت سے امیروں کی مہریں ثبت ہیں اور ان میں سب سے زیادہ دلچسپ مہر شاہجہاں کی بیٹی شہزادی جہاں آرا بیگم کی مہر ہے (نمبر ۲۶۵)

۱۱۱۔ دیوان عجزی :۔ عجزی (متوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) کے دیوان کا نہایت نایاب اور نادر نسخہ

۱۱۲۔ رباعیات شہابی :۔ شہابی (متوفی ۱۰۱۰ھ/۱۶۰۱ء) کی رباعیوں کا ایک نہایت شاندار نسخہ مکتوبہ سنہ ۱۰۸۱ھ (نمبر ۲۶۷)

۱۱۳۔ دیوان علی نقی کمرہی :۔ علی نقی کمرہی (متوفی ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کے دیوان کا نہایت نادر نسخہ۔ (نمبر ۲۷۱)

۱۱۴۔ رباعیات مومن حسن :۔ مومن حسن (متوفی ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۱ء) کی رباعیات کا ایک نہایت نادر نسخہ۔ (نمبر ۲۷۳)

۱۱۵۔ خسرو شیریں :۔ مرزا صغیر بیگ (متوفی ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) کی لکھی ہوئی مثنوی خسرو شیریں کا ایک عمدہ نسخہ۔ یہ نسخہ مشہور خطاط ملا محمد حسین کشمیری نے لکھا ہے (نمبر ۲۷۴)

۱۱۶۔ حلیہ شاہجہاں :۔ شہنشاہ شاہجہاں کا منظوم حلیہ۔ نادر اور نہایت شاندار نسخہ۔

۱۱۷۔ بیاض :۔ فارسی کے منتخب اشعار کی بیاض۔ نہایت درجہ مصور و مزین نسخہ۔ میر علی تبریزی نے نہایت خوبصورت خط میں لکھا ہے۔ اس پر شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت بھی ثبت ہے۔

۱۱۸۔ بیاض :۔ منتخب فارسی اشعار کا ایک اور بیش قرار اور خوبصورت نسخہ۔ اس پر شہزادہ خرم (بعد میں شہنشاہ شاہجہاں) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت ثبت ہے۔ یہ عبارت شہزادہ نے اس وقت لکھی ہے جب اس کی عمر چودہ سال کے لگ بھگ تھی۔

متفرقات

۱۱۹۔ کیمیائے سعادت :۔ دنیائے اسلام کے بے نظیر عالم امام غزالی (متوفی سنہ ۵۰۵ھ) کی مشہور تصنیف جو تہذیب نفس اور تصوف پر لکھی گئی ہے۔ کیمیائے سعادت کا یہ نسخہ حد درجہ بیش قیمت ہے۔ کیونکہ اس کا بیشتر حصہ خود مصنف نے لکھا ہے۔ اس کتب خانے میں غالباً یہی سب سے قدیم فارسی مخطوطہ ہے۔

۱۲۰۔ فصل الکتاب :۔ خواجہ محمد بخاری (متوفی ۸۲۲ھ) کی صوفیانہ تصنیف۔ یہ ایک نہایت قیمتی نسخہ ہے کیونکہ بہت سے نامور علماء

کے قلم کے لکھے ہوئے حاشیے اس پر ثبت ہیں۔ مکتوبہ ۹۴۵ھ۔

۱۲۱۔ روح الجنان :۔ حسین محمد رازی کی تفسیر قرآن تین جلدوں میں (نامکمل) مکتوبہ سنہ ۷۳۴ھ

۱۲۲۔ انیس الطالبین :۔ ایک صوفیانہ تصنیف جو سنہ ۷۹۱ھ میں صالح بن مبارک نے تصنیف کی ہے۔ یہ نسخہ سنہ ۸۵۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اسے مشہور صوفی شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔

۱۲۳۔ شرح سفر سعادت :۔ تصوف کی مشہور کتاب سفر سعادت کی شرح۔ از مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔ یہ نسخہ خود حضرت مصنف ممدوح کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۴۳ھ

۱۲۴۔ ترجمۂ اربعین :۔ دینیات اور تصوف وغیرہ کے سات رسالوں کا ترجمہ۔ از مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔ خود مصنف ممدوح نے اس نسخہ کی نظر ثانی کی تصحیح فرمائی ہے۔ اس کے ابتدائی ورق پر مصنف علیہ الرحمہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت بھی ثبت ہے۔

نادر عربی کتابیں[1]

(۱)
قراءۃ و تجوید

۱۔ التیسیر فی قراءۃ:۔ تجوید و قراءۃ پر ابوعمر بن سعید الدانی (متوفی سنہ ۴۴۴ھ / ۱۰۵۳ء) کی تصنیف۔ یہ نسخہ سنہ ۵۴۴ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے عنوان اور وقف کی علامتیں مطلا ہیں۔ کاغذ ہلکے زرد رنگ کا ہے۔ پہلا صفحہ طلاء کار ہے اور اس میں یہ عبارت درج ہے کہ اس نسخہ کو مصر کے مدرسۂ منصوریہ کے امام احمد بن حسین بن علی نے مملوک خاندان کے ایک فرماں روا سلطان الظاہر جقمق (۸۴۲ھ / ۱۴۳۸ء تا ۸۵۷ھ / ۱۴۵۳ء) کے شاہی کتب خانے کے لئے لکھا ہے۔

۲۔ التہذیب فی القراٰۃ:۔ تجوید و قراءۃ پر مذکورۂ بالا مصنف ابوعمر سعید الدانی (متوفی سنہ ۴۴۴ھ / ۱۰۵۳ء) کی ایک اور تصنیف۔ یہ کتاب بہت نایاب ہے۔ اس کا ایک اور نسخہ کتب خانۂ ایاصوفیہ استنبول کے سوا اور کہیں دریافت نہیں ہوا ہے۔ بہترین خط نسخ میں اس کی کتابت کی گئی ہے اور سنہ ۲۶۷ھ کا مکتوبہ ہے۔ ظاہری حیثیت

---

[1] نادر عربی کتابوں کی یہ موضوع واری فہرست اس کتب خانہ کی عربی کتابوں کے فہرست نگار مولوی عبدالحامد صاحب نے تیار کی ہے۔

سے یہ چھوٹی سی کتاب آنکھوں میں سماتی بھی نہیں ہے۔ معمولی سے زرد رنگ
کے کاغذ پر لکھی گئی ہے اور تزئین و آرائش سے بالکل عاری ہے۔ کافی
استعمال ہوئی ہے اور اس کے حاشیے پر بہت سی عبارتیں بھی درج ہیں۔

۳۔ الکحل الناصح :۔ قرأۃ پر مشہور عالم اور مصنف ابراہیم الجبیری
(متوفی ۷۳۲ھ/۱۳۳۲ء) کی تصنیف ہے۔ اس نسخہ پر مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
اور ان کے دستخط سے مزین سند بھی ثبت ہے۔ یہ سند سنہ ۷۲۶ھ کی
لکھی ہوئی ہے۔ اور مصنف نے اپنے شاگرد شہاب الدین البابی (متوفی
۷۴۴ھ/۱۳۴۳ء) کو عطا کی ہے۔ یہ نسخہ خود شہاب الدین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔
یہ ایک نہایت ہی چھوٹی جیبی قلمی کتاب ہے اور اس کی ساری قدر و قیمت
مصنف کے دستخطی عبارت کی وجہ سے ہے

تفسیر

۱۔ المجاز فی القرآن :۔ قرآن مجید کی تفسیر۔ از عزالدین عبدالسلام
(متوفی ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) یہ نسخہ سنہ ۷۰۸ھ کا لکھا ہوا ہے اور کاتب نے خود
مفسر کے لکھے ہوئے نسخہ سے اس کا مقابلہ کیا ہے۔ یہ کتاب نایاب ہے۔
اور اس کا صرف ایک ہی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانے میں پایا گیا ہے۔

۲۔ شرح التاویلات :۔ ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ/۹۴۴ء) نے
قرآن مجید کی فقہی نقطۂ نظر سے ایک تفسیر تاویلات کے نام سے لکھی ہے۔ یہ
تفسیر ایک ایسی تفسیر ہے جو حنفی فقہ کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ موجودہ
کتاب اسی تاویلات کی شرح ہے۔ یہ شرح ابوبکر محمد بن احمد السمرقندی نے
لکھی ہے جو چھٹی صدی ہجری کے ایک عالم ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے

دوسرے نسخہ کا ابھی تک کسی اور کتب خانے میں پتہ نہیں چلا۔ شرح کے اس نسخے پر تاریخ کتابت درج نہیں۔ لیکن سرورق پر سنہ ۶۲۱ھ کی لکھی ہوئی ایک عبارت ثبت ہے۔ اسی عبارت کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ یہ نسخہ سنہ ۶۲۱ھ سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

۳۔ الاتقان :۔ تفسیر قرآن۔ از مولانا جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ لیکن یہ نسخہ جو سنہ ۹۱۵ھ کا مکتوبہ ہے خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسے مصنف کے ایک شاگرد محمد بن علی الداؤدی (متوفی ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔

حدیث

۱۔ الملخص :۔ امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) کے مجموعہ احادیث مسند موطا کی تلخیص۔ از ابوالحسن علی بن محمد بن خلف (متوفی ۴۰۳ھ/۱۰۱۲ء) ملخص کے مصنف نابینا تھے۔ اور ان کے شاگردوں اور دوستوں نے اس کتاب کی تیاری میں انہیں مدد دی ہے۔ یہ کتاب بہت نایاب ہے اور مشہور کتب خانوں کی کسی ایک فہرست میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ موجودہ نسخہ سنہ ۶۲۸ھ کا مکتوبہ ہے اور کسی زمانے میں مصر کے مدرسہ سلطانیہ کمالیہ کی ملک رہ چکا ہے۔ نہایت خوبصورت خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ النکات والظرائف :۔ حدیث پر شہاب الدین حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) کی تصنیف کا دنیا میں واحد نسخہ۔ موجودہ نسخہ زرد رنگ کا ہے اور کرم خوردہ ہے۔ سنہ ۸۵۷ھ کا مکتوبہ ہے اور اس کا کچھ حصہ مصنف کے ایک شاگرد فضل المکی (متوفی ۸۵۸ھ/۱۴۵۴ء) نے

لکھا ہے۔

۳۔ شرح المقدمہ :۔ ابن صلاح (متوفی ۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء) کی تصنیف مقدمہ کی شرح۔ مقدمہ فن حدیث کی مشہور کتاب ہے اور اس کی یہ شرح مشہور عالم عبدالرحیم العراقی (متوفی ۸۰۶ھ / ۱۴۰۴ء) نے لکھی ہے موجودہ نسخہ کی تصحیح مصنف کے صاحبزادے احمد بن عبدالرحیم نے کی ہے۔

حکمت و فلسفہ

۱۔ الاشارات۔ دنیائے اسلام کے زبردست فلسفی ابو عبداللہ ابن سینا (متوفی ۴۲۸ھ / ۱۰۳۶ء) کی تصنیف یہ کتاب اور نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) نے اس کی جو شرح لکھی ہے کئی بار چھپ چکی ہے۔ لیکن موجودہ نسخہ صرف الاشارات کے متن پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ سنہ ۶۳۶ھ کا مکتوبہ ہے اور اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ طوسی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شرح کے نسخہ سے اس کا چار بار مقابلہ کیا گیا ہے۔

۲۔ حکمۃ العین :۔ طبعیات اور ما بعد طبعیات پر علی ابن محمد القزوینی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) کی تصنیف۔ اس کی شرح کے لئے ملاحظہ ہو ریو کی مرتب کی ہوئی کتب خانۂ برٹش میوزیم کے عربی مخطوطات کی فہرست (صفحہ ۲۶۷)۔ موجودہ نسخہ سنہ ۷۲۳ کا مکتوبہ ہے اور دمشق کے ایک امیر عماد الدین (متوفی ۷۵۵ھ / ۱۳۵۵ء) کے کتب خانہ کے لئے لکھا گیا ہے۔

ہیئت

۱۔ نہایۃ الادراک :۔ ہیئت پر مشہور ایرانی عالم نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کی تصنیف۔ سنہ ۶۹۰ھ میں اس نسخہ کا مقابلہ نصیر الدین طوسی کے ایک شاگرد اور مشہور مصنف محمد بن مسعود الشیرازی (متوفی ۷۱۲ھ/۱۳۱۲ء) کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ سے کیا گیا تھا۔

منطق

۱۔ التجرید فی المنطق :۔ نصیر الدین طوسی (متوفی ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کی تصنیف اور اس کی شرح از حلّی (متوفی ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء) منطق پر ایک نایاب کتاب۔ اس کا صرف ایک اور نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ موجودہ نسخہ اودھ کے آخری بادشاہ واجد علی شاہ کی ملک رہ چکا ہے۔

۲۔ قسطاس فی المنطق :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم شمس الدین محمد بن اشرف کی تصنیف۔ منطق پر ایک نادر کتاب۔ اس کا صرف ایک اور نسخہ برلن کے کتب خانہ میں پایا گیا ہے۔ اس نسخہ پر سنہ ۷۱۶ھ کی لکھی ہوئی ایک سند بھی درج ہے۔ یہ سند محمد بن محمد بن یوسف الزنجی نے اپنے شاگرد یحییٰ بن علی کو عطا کی ہے۔ اور یہ دونوں آٹھویں صدی ہجری کے عالم ہوئے ہیں۔

نجوم

نجم العلوم :۔ علم نجوم پر بیجاپور کے فرماں روا سلطان

علی عادل شاہ (متوفی ۹۸۸ھ / ۱۵۸۰ء) کے عہد کے ایک عالم ابو سعید شریف کی تصنیف۔ مقدمہ میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ اس نے یہ کتاب علی عادل شاہ کے لئے لکھی ہے۔ اس تصنیف کا یہ واحد معلومہ نسخہ ہے اور کہیں اور دریافت نہیں ہوا۔ سلطان کا نام مطلا حروف میں لکھا گیا ہے۔

علم الحساب

۱۔ غنیۃ الحساب :۔ علم الحساب پر چھٹی صدی ہجری کے ایک ریاضی داں علی بن ثابت کی تصنیف کا دنیا میں واحد نسخہ۔ موجودہ نسخہ سنہ ۶۸۷ھ کا مکتوبہ ہے اور اس پر گولکنڈے کے فرماں روا سلطان محمد قطب شاہ کی مہر ثبت ہے۔

تصوف

۱۔ کتاب فی التصوف :۔ مشہور صوفی بزرگ بشر حافی[۱] کی تصنیف۔ بشر حافی نے ۲۲۷ھ / ۸۴۱ء میں بمقام بغداد وفات پائی۔ یہ نسخہ سنہ ۴۸۳ھ کا مکتوبہ ہے اور خیال ہے کہ دنیا میں اس کتاب کا یہ ایک ہی نسخہ ہے۔

۲۔ الرسالات القشیریہ :۔ تصوف پر عبدالکریم القشیری (متوفی ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء) کی تصنیف۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ لیکن موجودہ نسخہ سنہ ۴۴۸ھ کا مکتوبہ ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ اس کتب خانہ کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ یہ ایک بڑی تختی کی

---

[۱] حافی (دان) کو "حافی" اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ ننگے پیر پھرا کرتے تھے کیونکہ عربی میں ننگے پیر پھرنے والے کو حافی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔

کتاب ہے اور بادامی رنگ کے کاغذ پر نہایت خوبصورت قلم سے لکھا گیا ہے۔ ہر باب کا عنوان جلی قلم سیاہی سے اور قرآن مجید کی آیتیں سرخی سے لکھی گئی ہیں۔

اخلاق

۱۔ معارد الکلم:۔ اخلاق پر شہنشاہ اکبر کے درباری فیضی کی تصنیف یہ کتاب بے نقط صنعت میں لکھی گئی ہے اور ایک بھی لفظ ایسا استعمال نہیں کیا گیا ہے جس کے نقطے لگائے جاتے ہیں۔ سرورق پر خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت ثبت ہے۔ اس میں فیضی نے بتایا ہے کہ اس نے یہ کتاب احمد بن محمد یمنی کی خدمت میں تحفۃً پیش کی ہے۔

۲۔ جوامع الکلم:۔ اخلاق پر ہندستان کے مشہور صوفی اور محدث بزرگ مولانا علی بن حسام الدین کی تصنیف۔ مولانا علی بن حسام الدین سنہ ۹۵۳ھ میں ہندستان سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے جنہوں نے وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی تھی اور ۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء میں وہیں وفات پائی۔ جوامع الکلم کا یہ نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

عام تاریخیں

۱۔ مرآۃ الزمان:۔ یوسف بن قزوغلی (متوفی ۶۵۴ھ/۱۳۵۵ء) کی تصنیف جو آدم سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ پر چالیس جلدوں میں لکھی گئی تھی۔ موجودہ نسخہ اسی تصنیف کی ایک نامکمل جلد ہے۔

موجودہ جلد سیرت النبی سے تعلق ہے۔ اس پر تاریخ کتابت درج نہیں۔ لیکن بظاہر آٹھویں صدی ہجری کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس تصنیف کا مکمل نسخہ اب تک کہیں دریافت نہیں ہوا ہے۔ تاریخ بیان کرنے سے پہلے مصنف نے تخلیق کائنات آسمانوں، برجوں اور ستاروں جیسے موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔

سیرت النبی

۱۔ راس المال الندیم :۔ سیرت النبی صلعم اور سیرت صحابہ پر ابو العباس احمد بن علی بن بنّا کی نایاب تصنیف۔ خیال ہے اس تصنیف کا دنیا میں یہ ایک ہی نسخہ ہے۔

۲۔ المواہب الدنیہ :۔ سیرت النبی صلعم پر احمد بن محمد بن کاتب القسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) کی تصنیف یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ لیکن خیال ہے کتاب کا یہ نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

تاریخ اسکندریہ

۱۔ کتاب الاہم :۔ اسکندریہ کی تاریخ پر محمد بن قاسم المالکی الاسکندرانی کی تصنیف (متوفی بعد ۷۷۵ھ)۔ مصنف نے اسکندریہ کی یہ تاریخ اسلامی فتح سے شروع کی ہے اور سنہ ۲۰ھ سے لے کر سنہ ۷۷۰ھ تک کے واقعات بیان کئے ہیں یہ کتاب بہت نایاب ہے اور اس کا بس ایک اور نسخہ برلن کے کتب خانہ میں پایا گیا ہے۔

مقامی سیرتیں

۱۔ تاریخ ابن عساکر :۔ دمشق کے مشاہیر کے سوانح حیات پر میر ابو القاسم بن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ / ۱۱۷۶ء) کی تصنیف۔ پوری تصنیف اسّی جلدوں میں لکھی گئی تھی۔ ان میں سے صرف حسب ذیل دو ہی جلدیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔

جلد اول :۔ اس کے اندر حرف عین سے شروع ہونے والے نام ہیں۔ جلد دوم۔ اس کے اندر حرف میم سے شروع ہونے والے نام ہیں۔ دنیا کے کسی بھی کتب خانہ میں اس کا مکمل نسخہ دریافت نہیں ہوا۔ اس کتاب پر ایسے عالموں کے حاشیے درج ہیں جنہوں نے خود مصنف سے سنہ ۵۶۳ھ میں اس کتاب کا درس لیا تھا۔

اسماء الرجال

۱۔ تہذیب الکمال :۔ محدثوں کے سوانح حیات پر جمال الدین ابو الحجاج بن عبد الرحمٰن متوفی ۷۴۲ھ / ۱۳۱۴ء) کی تصنیف پوری کتاب تیرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ موجودہ نسخہ سے استفادہ مصنف کی موجودگی میں ذہبی کے اساتذہ میں سے ایک استاد محمد بن ابراہیم المحدث (متوفی ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء) نے استفادہ کیا تھا۔

تذکرۂ صوفیا

۱۔ اختیار الرفیق :۔ مشاہیر صوفیا کے تذکرہ پر احمد بن

سلامہ المقدسی (متوفی ۷۶۹ھ/۱۳۶۷ء) کی تصنیف۔ اس تصنیف کا یہ نسخہ دنیا میں واحد نسخہ ہے اور کسی اور کتب خانہ میں پایا نہیں گیا ہے۔

اس کتب خانہ میں امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ/۸۵۵ء) کے قائم کئے ہوئے مکتب عقائد کے مشہور پیرؤں کے تذکروں کے مکمل نسخے موجود ہیں صرف اسی کتب خانہ میں ان تذکروں کی مکمل جلدیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ **طبقات الحنابلہ** :۔ از ابو یعلی محمد بن محمد بن حسن (متوفی ۵۲۶ھ/۱۱۳۱ء) موجود نسخہ جو نہایت درجہ صحیح ہے۔ سنہ ۶۳۶ھ کا مکتوبہ ہے۔ یہ کتاب بہت نادر ہے اور اس کا صرف ایک اور نسخہ امپیریل لائبریری کلکتہ سے ملحق بوہار لائبریری میں پایا گیا ہے بوہار لائبریری کا نسخہ تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔

۲۔ **طبقات الحنابلہ** :۔ مذکورہ بالا کتاب کا ذیل از عبدالرحمن بن رجب (متوفی ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) بروکلمان نے اس کتاب کے اور دو نسخوں کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ **ذیل طبقات الحنابلہ** :۔ مذکورہ بالا کتاب کا ایک اور ذیل جو تیرہویں صدی ہجری کے ایک عالم محمد بن علی النجدی نے لکھا ہے اور اس میں نسخہ ۷۵۸ھ سے لے کر سنہ ۱۲۹۵ھ تک کے مشاہیر کا ذکر ہے۔ اس کتاب کا کوئی اور نسخہ کہیں بھی دریافت نہیں ہوا۔

(ب)

۱۔ **الحجۃ** :۔ از عبدالعلی الفارسی (متوفی ۳۷۷ھ/۹۸۷ء) دو جلدوں

ہیں بظاہر پانچویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۲۔ العنوان :۔ از ابو طاہر اسماعیل المقری (متوفی ۴۵۵ھ / ۱۰۶۳ء)

مکتوبہ سنہ ۶۵۲ھ۔ نادر

۳۔ شرح الشاطبیہ :۔ از عبداللہ محمد بن حسن الفاسی (متوفی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) مکتوبہ سنہ ۶۶۹ھ۔ نادر۔

۴۔ المستنیر :۔ از ابو طاہر محمد بن علی البغدادی (متوفی ۴۹۶ھ / ۱۱۰۴ء)

ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۵۔ العقد اللیالی :۔ از ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۴۵ء) مکتوبہ سنہ ۷۱۶ھ۔ نادر

۶۔ النقط الامالی :۔ از ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۴۵ء) مکتوبہ سنہ ۷۱۶ھ

۷۔ النزہتہ :۔ از ابراہیم بن عمر الجباری (متوفی ۷۳۲ھ / ۱۳۳۲ء)

مکتوبہ سنہ ۷۱۶ھ

۸۔ التہذیب :۔ از ابو عمر بن سعید الدانی (متوفی ۴۴۴ھ / ۱۰۵۲ء)

مکتوبہ سنہ ۷۲۶ھ۔ نادر (نمبر ۱۶۳)

۹۔ ابراز المعانی :۔ از ابو احمد عبدالرحمن بن اسماعیل (متوفی ۶۶۵ھ / ۱۲۶۷ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۸ھ

۱۰۔ مصطلحات الاشارات :۔ ابو البقا علی بن عثمان (متوفی ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء) مکتوبہ سنہ ۷۸۷ھ نادر

۱۱۔ الواصلہ :۔ از علم الدین علی بن محمد السقاوی (متوفی ۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء) مکتوبہ سنہ ۸۰۷ء

۱۲۔ التیسیر :۔ از ابوعمر بن سعید الدانی (متوفی ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء)
نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۸۴۸ھ

۱۳۔ الہدایہ الی تحقیق الروایہ :۔ گیارہویں صدی ہجری کے ایک عالم عفیف الدین العدنانی کی تصنیف۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۵۲ھ

تفسیر

۱۴۔ نزہتہ القلوب :۔ از محمد بن عمر الجستانی (متوفی ۳۳۰ھ/۹۴۲ء)

۱۵۔ المجاز :۔ عزالدین بن عبدالسلام (متوفی ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء) دو جلدوں میں۔ مکتوبہ سنہ ۶۸۷ھ

۱۶۔ التبیان فی اعراب القرآن :۔ از عبداللہ العکبری (متوفی ۶۱۶ھ/۱۲۱۹ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ۔ نادر

۱۷۔ شرح التاویلات :۔ ابومحمد بن احمد السمرقندی (متوفی ۵۴۰ھ/۱۱۴۶ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ۔ نادر

۱۸۔ البرہان فی التوجیہ متشابہ القرآن :۔ از محمد بن حمزہ (متوفی بعد ۵۰۰ھ/۱۱۰۶ء) مکتوبہ سنہ ۷۴۷ھ

۱۹۔ الحاشیہ علی الکشاف :۔ از طیبی (متوفی ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء) مکتوبہ سنہ ۷۶۷ھ

۲۰۔ الکشاف :۔ از محمود بن عمر الزمخشری (متوفی ۵۳۸ھ/۱۱۴۴ء) صاف ستھرا خوبصورت نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۵۳۴ھ

۲۱۔ التذکار :۔ از محمد بن احمد القرطبی (متوفی ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء) مکتوبہ

مکتوبہ سنہ ۸۴۰ھ

۲۲۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن :۔ از محی الدین النووی (متوفی سنہ ۶۷۶ھ/۱۲۷۸ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۷ھ

۲۳۔ کشاف اسرار البیان :۔ نویں صدی ہجری کے ایک عالم محمد بن حسن البقائی کی تصنیف۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ

۲۴۔ حقائق السلامہ :۔ از ابوعبدالرحمن بن محمد (متوفی سنہ ۴۱۲ھ/۱۰۲۱ء) نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۵۔ الاتقان :۔ از جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر السیوطی (متوفی سنہ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) مکتوبہ سنہ ۹۱۵ھ

۲۶۔ الدرّ النّاظم :۔ از ابن خطاب (متوفی بعد سنہ ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) مکتوبہ سنہ ۹۹۱ھ۔ صاف ستھرا اور خوبصورت نسخہ

۲۷۔ الجامع الاحکام القرآن :۔ از محمد بن احمد القرطبی (متوفی سنہ ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء) بظاہر دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔

۲۸۔ احکام القرآن :۔ از ابوبکر احمد الجصاص (متوفی سنہ ۳۷۰ھ/۹۸۰ء) مکتوبہ سنہ ۱۱۳۶ھ۔ نادر

۲۹۔ بیان البرہان :۔ از عبدالعظیم بن احمد (متوفی سنہ ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء) گیارہویں صدی ہجری مکتوبہ نسخہ۔

۳۰۔ جواہر البحار :۔ بارہویں صدی ہجری کے ایک عالم احمد بن محمد کی تصنیف۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ

حدیث

۳۱۔ السنن :۔ از نسائی (متوفی سنہ ۳۰۳ھ/۹۱۵ء) مکتوبہ قبل سنہ ۵۴۱ھ

۳۳- الجامع :- از ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) مکتوبہ سنہ ۵۷۲ھ

۳۳- السنّہ :- از ابوداؤد (متوفی ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء) مکتوبہ قبل سنہ ۵۸۲ھ

۳۴- الجامع الصحیح :- از مسلم (متوفی ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء) مکتوبہ قبل سنہ ۵۸۲ھ

۳۵- الاشقیار :- از دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ / ۱۰۹۴ء) بظاہر چھٹی صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۳۶- الکفایہ۔ از کاتب البغدادی (متوفی ۴۶۳ھ / ۱۰۷۲ء)۔ بظاہر چھٹی صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۳۷- شرح معانی الاسرار :- از ابوجعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء)۔ بظاہر چھٹی صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۳۸- مشکل الحدیث :- از ابوبکر محمد بن حسن (متوفی ۴۰۶ھ / ۱۰۱۵ء) مکتوبہ سنہ ۶۰۷ھ۔ نادر

۳۹- الملخص :- از ابوالحسن علی بن محمد بن خلف (متوفی ۴۰۳ھ / ۱۰۱۲ء) خوبصورت نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۶۲۸ھ

۴۰- المسند :- از امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ / ۸۴۷ء) مکتوبہ قبل سنہ ۶۳۳ھ

۴۱- المقدمہ :- از ابن صالح (متوفی ۶۴۳ھ / ۱۲۴۶ء) مکتوبہ سنہ ۶۳۸ھ

۴۲- شرح المسلم :- از محی الدین النودی (متوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۸ء) مکتوبہ سنہ ۶۸۳ھ

۴۳- شواہد التوحید :- از جیانی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) مکتوبہ

سنہ ۶۹۱ھ

۴۴۔ المسند: ازابوداؤد طیالسی (متوفی ۲۰۴ھ/۸۲۰ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۴۵۔ المضحکات:- ازابوالحسن بن احمد المقدسی (متوفی ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔نادر

۴۶۔ کتاب الفردوس:- ازابوشجاع (متوفی ۵۰۹ھ/۱۱۱۵ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۴۷۔ شرح السنّہ:- ازبغوی (متوفی ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۴۸۔ الامام:- ازابن دقیق (متوفی ۷۰۲ھ/۱۳۰۱ء) مکتوبہ سنہ ۷۱۵ھ

۴۹۔ شرح الابن الماجہ:- ازمغلطی (متوفی ۷۶۲ھ/۱۳۶۱ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔مکتوبہ سنہ ۷۳۲ھ۔نادر

۵۰۔ الاعتبار:- ازحزمی (متوفی ۵۸۴ھ/۱۲۰۰ء) مکتوبہ سنہ ۷۳۲ھ۔نادر

۵۱۔ مصابیح السنّہ:- ازبغوی (متوفی ۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء) مکتوبہ سنہ ۷۸۶ھ

۵۲۔ جامع العلوم:- ازابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء) مکتوبہ سنہ ۷۹۰ھ

۵۳۔ ریاض الافہام:- ازفاکہانی (متوفی ۷۱۰ھ/۱۳۰۸ء) مکتوبہ سنہ ۷۹۲ھ۔نادر

۵۴۔ شرح الالفیہ:- ازعبدالرحمن بن حسین عراقی

(متوفی سنہ ۸۰۶ھ ۱۴۰۴ء) مکتوبہ سنہ ۸۰۱ھ

۵۵۔ الاربعین :۔ از شہاب الدین ابن حجر (متوفی سنہ ۸۵۲ھ ۱۴۴۹ء) مکتوبہ سنہ ۸۳۶ھ

۵۶۔ الاربعین :۔ از احمد بن علی بن بکر الحنبلی (متوفی سنہ ۸۴۰ھ ۱۴۳۷ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ

۵۷۔ جامع الاصول :۔ از ابن اثیر (متوفی سنہ ۶۰۶ھ ۱۲۰۹ء) دو جلدوں میں۔ صاف ستھرا اور خوبصورت نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۷۴۳-۷۴۲ھ ایک نہایت مفید تصنیف جو اب تک چھپی نہیں ہے۔

۵۸۔ القول المسدد :۔ از ابن حجر (متوفی سنہ ۸۵۲ھ ۱۴۴۹ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۸ھ

۵۹۔ النکات الظریف :۔ از ابن حجر (متوفی سنہ ۸۵۲ھ ۱۴۴۹ء) مکتوبہ سنہ ۸۵۰ھ نادر

۶۰۔ المقاصد الحسنہ :۔ از شمس الدین السخاوی (متوفی سنہ ۹۰۲ھ ۱۴۹۶ء) مکتوبہ سنہ ۹۷۲ھ

۶۱۔ الجامع الصحیح :۔ از محمد بن اسماعیل البخاری (متوفی سنہ ۲۵۶ھ ۸۷۰ء) تین جلدوں میں۔ نہایت صاف ستھرا اور خوبصورت نسخہ مکتوبہ سنہ ۹۱۱ھ

فقہ

۶۲۔ مختصر النہایہ :۔ از عبد اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ (متوفی سنہ ۵۵۵ھ ۱۱۵۹ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۵۶۵ھ نادر

۶۳۔ شرح الزیادہ :۔ از فخر الدین حسین بن منصور بن محمد قاضی خاں (متوفی سنہ ۵۹۲ھ/۱۱۹۵ء) مکتوبہ سنہ ۶۰۴ھ

۶۴۔ استقصاء المذہب :۔ از ضیاء الدین ابو عمر عثمان المرانی (متوفی سنہ ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء) مکتوبہ سنہ ۶۵۴ھ۔ نادر

۶۵۔ الروضہ :۔ از محی الدین النووی (متوفی سنہ ۶۷۶ھ/۱۲۷۸ء) مکتوبہ سنہ ۶۶۹ھ

۶۶۔ مختصر الاصول :۔ از جلال الدین ابو عمر عثمان بن حاجب (متوفی سنہ ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء) بظاہر ساتویں ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۶۷۔ الحاوی الکبیر :۔ از ابو الحسن علی بن محمد الماوردی (متوفی سنہ ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۶۸۔ کفایت التنبیہ :۔ از احمد ابو الرافع (متوفی سنہ ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) مکتوبہ سنہ ۷۰۸ھ

۶۹۔ الخزانۃ الاکمل :۔ چھٹی صدی ہجری کے ایک فقیہ یوسف بن علی بن محمد الجورجانی کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۷۱۲ھ

۷۰۔ شرح الحاوی :۔ از علاء الدین علی بن اسمٰعیل القونوی (متوفی سنہ ۷۲۷ھ/۱۳۲۶ء) مکتوبہ سنہ ۷۳۸ھ

۷۱۔ الاقلید :۔ از تاج الدین عبد الرحمٰن بن ابراہیم (متوفی سنہ ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) بظاہر سنہ ۷۴۲ھ سے پہلے کا لکھا ہوا نسخہ۔

۷۲۔ تحفۃ المحتاج :۔ از عمر بن علی بن احمد بن محمد الانصاری ملقب بہ ابو الملقین (متوفی سنہ ۸۰۴ھ/۱۴۰۱ء)۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۷۵۳ھ۔ نادر

۷۳۔ الحائق المنظومہ :۔ ازمحمد بن محمد اللولوئی (متوفی ۶۲۷ھ / ۱۲۲۹ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۰ھ

۷۴۔ التکمیل :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم فضل اللہ بن مسعود کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۷۷۲ھ۔ نادر

۷۵۔ مجمع البحرین :۔ از ابن ساعتی (متوفی ۶۹۴ھ / ۱۲۹۴ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۲ھ

۷۶۔ شرائع الاسلام :۔ از حلّی (متوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) دو جلدوں میں۔ مکتوبہ سنہ ۷۷۲ھ

۷۷۔ شرح التنبیہ :۔ از محمد بن بہادر بن عبداللہ الزمخشری (متوفی ۷۹۴ھ / ۱۳۹۸ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۶ھ

۷۸۔ الانوار الاعمال الابرار :۔ از جمال الدین یوسف بن ابراہیم الشافعی (متوفی ۷۹۹ھ / ۱۳۹۵ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۶ھ

۷۹۔ الجامع الصغیر :۔ از امام محمد (متوفی ۱۸۹ھ / ۸۰۴ء) سنہ ۷۸۳ھ کا مکتوبہ۔ صاف ستھرا خوبصورت نسخہ

۸۰۔ المنتخب :۔ از حسام الدین محمود بن محمد (متوفی ۶۴۴ھ / ۱۲۴۶ء) مکتوبہ سنہ ۷۸۹ھ

۸۱۔ المحصّل فی الاصول الفقہ :۔ از فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ / ۱۲۰۹ء)۔ بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۸۲۔ کنز الدقائق :۔ از نسفی (متوفی ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء) بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ صاف ستھرا خوبصورت نسخہ

۸۳۔ التحقیق :۔ از عبدالعزیز (متوفی ۷۳۰ھ / ۱۳۳۰ء) مکتوبہ سنہ ۸۰۵ھ

۸۴۔ تقریر القواعد:۔ از ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ / ۱۳۹۳ء) مکتوبہ سنہ ۸۰۹ھ

۸۵۔ المختار:۔ از مجد الدین الموصلی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) سنہ ۸۵۲ھ کا مکتوبہ صاف ستھرا خوبصورت نسخہ

۸۶۔ الفتح القدیر:۔ از ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ / ۱۴۵۶ء) مکتوبہ سنہ ۸۵۴ھ

۸۷۔ شرح المختصر الاصول:۔ از قاضی عزالدین (متوفی ۷۵۶ھ / ۱۳۵۵ء)۔ مکتوبہ سنہ ۸۶۰ھ

۸۸۔ شرح المختصر:۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم سلیمان بن احمد بن زکریا کی تصنیف۔ بظاہر نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۸۹۔ شرح المنار:۔ نویں صدی ہجری کے ایک عالم عبداللطیف بن فرشتہ کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۹۲۱ھ۔ نادر

۹۰۔ التعبیر:۔ از علاء الدین المرزادی (متوفی ۸۸۵ھ / ۱۴۷۷ء) مکتوبہ سنہ ۹۲۴ھ۔ نادر

۹۱۔ افادۃ الانوار:۔ گیارہویں صدی ہجری کے ایک عالم محمد علاء الدین کی تصنیف خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔

دینیات

۹۲۔ شفاء الاسقام:۔ از تقی الدین السبکی (متوفی ۷۵۶ھ / ۱۳۵۵ء) مکتوبہ قبل سنہ ۸۴۷ھ

۹۳۔ مطالع الانظار:۔ از محمود الاصفہانی (متوفی

۶۴۹ھ/۱۲۴۸ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۷ھ

۹۴۔ شرح الطوالی :۔ از عبداللہ بن محمد العبری (متوفی ۷۴۳ھ/۱۳۴۲ء)
مکتوبہ سنہ ۷۷۲ھ۔ نادر

۹۵۔ المفصل :۔ از قزوینی (متوفی ۶۷۵ھ/۱۲۷۶ء) بظاہر آٹھویں صدی ہجری سے پہلے کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۹۶۔ منہاج السنہ :۔ از امام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء)
مکتوبہ سنہ ۸۱۱ھ

۹۷۔ الردّ الوافی :۔ از ابو عبداللہ محمد بن علی بن ابی بکر الشافعی (متوفی ۸۴۲ھ/۱۴۳۸ء) مکتوبہ سنہ ۸۶۵ھ

۹۸۔ شرح المواقف :۔ از سید شریف الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء) مکتوبہ سنہ ۸۶۸ھ

۹۹۔ الحاشیہ علی شرح التجرید :۔ از محقق الدوانی (متوفی ۹۰۶ھ/۱۵۰۱ء) مکتوبہ سنہ ۹۷۴ھ

۱۰۰۔ عمدۃ العقائد :۔ از ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی (متوفی ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) مکتوبہ سنہ ۹۸۱ھ

۱۰۱۔ الحاشیہ علی القادمہ :۔ از مرزا جان شیرازی (متوفی ۹۹۴ھ/۱۵۸۶ء) مکتوبہ سنہ ۹۸۲ھ

تصوف

۱۰۲۔ الرسالہ :۔ از عبدالکریم القشیری (متوفی ۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء) مکتوبہ ۴۲۹ھ

۱۰۳۔ کتاب فی التصوف :۔ از سید بشر حافی (متوفی ۲۲۷ھ / ۸۴۲ء) مکتوبہ سنہ ۴۳۸ھ۔ دنیا میں اس کتاب کا یہ ایک ہی نسخہ ہے۔

۱۰۴۔ قوۃ القلوب :۔ از ابو طالب حریصی ابن اسد (متوفی ۲۴۳ھ / ۸۵۷ء) مکتوبہ سنہ ۵۰۱ھ

۱۰۵ کتاب النصیر :۔ از حارث بن اسد (متوفی ۲۴۳ھ / ۸۵۷ء) مکتوبہ سنہ ۶۲۱ھ۔ نادر تصنیف۔ کتب خانہ میں اس کتاب کے صرف آخری تین ورق ہی محفوظ ہیں۔

۱۰۶۔ المقابسات :۔ از ابن حبان توحیدی (متوفی ۴۰۰ھ / ۱۰۰۹ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۱۰۷۔ ریاض الصالحین :۔ از محی الدین النووی (متوفی ۶۷۶ھ / ۱۲۷۸ء) مکتوبہ سنہ ۷۰۵ھ

۱۰۸۔ المقالات المتوقصہ :۔ از محی الدین بن العربی (متوفی ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) مکتوبہ سنہ ۷۷۳ھ۔ نادر

۱۰۹۔ کتاب الکنہ :۔ از محی الدین بن العربی (متوفی ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۱۰۔ حال الرموز :۔ از جارم المقدسی (وفات قبل ساتویں صدی ہجری) مکتوبہ سنہ ۷۳۹ھ۔ نادر

۱۱۱۔ منازل السائرین :۔ از ابو اسماعیل الانصاری (متوفی ۴۸۱ھ / ۱۰۸۸ء) مکتوبہ سنہ ۵۲۹ھ

۱۱۲۔ شرح الفصوص الحکم :۔ از عبدالرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ / ۱۴۹۲ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۸۹۶ھ

۱۱۳- آداب المریدین :- از ابو النجیب السہروردی (متوفی ۵۶۳ھ / ۱۱۰۹ء) مکتوبہ سنہ ۸۸۸ھ

اخلاق

۱۱۴- کتاب التوابین :- از موافق الدین (متوفی ۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ - نادر -

۱۱۵- الفخر المنیر :- ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم سقی کی تصنیف خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ - نادر

۱۱۶- مواعظ الابرار :- از بیبرس المنصوری (متوفی ۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء) مکتوبہ سنہ ۷۳۸ھ

۱۱۷- کتاب الطائف :- از ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ / ۱۳۹۳ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۰ھ - نادر

۱۱۸- القول البدیع :- از سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ / ۱۴۹۷ء) مکتوبہ سنہ ۸۶۶ھ

۱۱۹- قمع النفوس :- از تقی الدین (متوفی ۸۲۹ھ / ۱۴۲۶ء) مکتوبہ سنہ ۸۸۷ھ

۱۲۰- جواہر العقدین :- از عبداللہ الحبشی (متوفی ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) مکتوبہ سنہ ۸۹۷ھ

۱۲۱- جوامع الکلم :- از علی متقی (متوفی ۹۷۵ھ / ۱۵۶۸ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ - نادر

۱۲۲- موارد الکلم :- از فیضی (متوفی ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۴ء) مکتوبہ قبل

فلسفہ و حکمت

۱۲۳۔ الاشارات :۔ از عبد اللہ بن سینا (متوفی ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء)
مکتوبہ سنہ ۵۲۰ھ

۱۲۴۔ شرح الاشارات :۔ از امام فخر الدین الرازی (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء) بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۲۵۔ شرح التاویلات :۔ از ابن کویرہ (متوفی ۶۷۶ھ/۱۲۷۸ء) دو جلدوں میں۔ بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۲۶۔ حکمت العین :۔ از قزوینی (متوفی ۶۷۵ھ/۱۲۷۶ء) مکتوبہ سنہ ۷۳۲ھ

۱۲۷۔ شرح الہیاکل النور :۔ از جلال الدین الدوانی (متوفی ۹۰۸ھ)۔ مکتوبہ سنہ ۹۱۷ھ

۱۲۸۔ القسطاس النطق :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک عالم شمس الدین السمرقندی کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۷۱۶ھ۔ نادر

۱۲۹۔ شرح القسطاس :۔ مذکورہ بالا مصنف شمس الدین السمرقندی کی تصنیف۔ نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۱۳۰۔ الجواہر النضید۔ (شرح التجرید) از حلّی (متوفی ۷۲۶ھ) دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

علم الحساب

۱۳۱۔ غنیۃ الحساب :۔ از علی بن ثابت (وفات قبل چھٹی صدی) مکتوبہ سنہ ۷۸۶ھ۔ نادر

۱۳۲۔ شرح المغنی :۔ از ابن حاتم (متوفی ۸۱۵ھ / ۱۴۱۲ء)
مکتوبہ سنہ ۱۰۸۰ھ۔ نادر

۱۳۳۔ اثر القواعد :۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مصنف
کمال الدین الفارسی کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۸۱ھ۔ نادر

۱۳۴۔ شرح :۔ دسویں صدی ہجری کے ایک مصنف
ابواسحاق عبداللہ کی تصنیف۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ
مکتوبہ سنہ ۹۶۳ھ۔ نادر

ہیئت

۱۳۵۔ نہایت الادراک :۔ از نصیر الدین طوسی
(متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) مکتوبہ سنہ ۷۰۹ھ

۱۳۶۔ شرح التذکرہ :۔ از سید شریف الجرجانی
(متوفی ۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۲ھ

نجوم

۱۳۷۔ المدخل :۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک ماہر نجوم
ابوالحسن قشیر کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۸۷۱ھ

۱۳۸۔ المدخل :۔ از ابومعشر البلخی (متوفی ۲۷۲ھ / ۸۸۵ء)
نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۱۳۹۔ نجم العلوم :۔ دسویں صدی ہجری کے ایک ماہر نجوم
ابوسعید شریف کی تصنیف۔ دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

طب

۱۴۰۔ کتاب الحشائش :۔ ایک یونانی تصنیف کا اضافہ و
نظر ثانی کے ساتھ ترجمہ جو تیسری صدی ہجری کے ایک عالم حسین بن
ابراہیم الطبری نے کیا ہے۔ پانچویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۱۴۱۔ تذکرۃ الکحالین :۔ از علی بن عیسیٰ (متوفی بعد قرن چہارم)
مکتوبہ سنہ ۵۵۰ھ

۱۴۲۔ کتاب التصریف :۔ از زہراوی (متوفی ۴۰۴ھ/۱۰۱۳ء) تیسواں
مقالہ۔ مکتوبہ سنہ ۵۸۴ھ

۱۴۳۔ کتاب القانون :۔ از ابو علی الحسین بن عبداللہ بن سینا
(متوفی ۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء) ۔ صرف ایک حصہ۔ مکتوبہ سنہ ۶۲۷ھ

۱۴۴۔ شرح القانون :۔ از ابو اسحاق السلامی (متوفی
۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء) مکتوبہ سنہ ۶۷۹ھ۔ نادر

۱۴۵۔ الجامع :۔ از ابن بیطار (متوفی ۶۴۶ھ/۱۲۴۸ء) مکتوبہ ۶۸۹ھ

۱۴۶۔ کتاب الخیل والبیطارۃ :۔ از نصیر الدین محمد بن یعقوب
(متوفی سنہ ۹۰۰ھ) مکتوبہ سنہ ۷۵۳ھ۔ نادر

۱۴۷۔ قرابادین القلانسی :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک
مصنف بدر الدین القلانسی کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۷۸۲ھ۔ نادر

۱۴۸۔ کتاب التشجیر :۔ از ابو زکریا یوحنا (متوفی ۲۴۳ھ/۸۵۷ء)
بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ

۱۴۹۔ شرح الفصول الابخارات :۔ از علاء الدین القرشی

(متوفی ۶۸۷ھ / ۱۲۵۵ء) مکتوبہ سنہ ۹۱۴ھ۔ نادر

۱۵۰۔ کتاب الاغذیہ :۔ از ابوزید حسین بن اسحاق (متوفی ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء) مکتوبہ سنہ ۹۱۴ھ۔ نادر

۱۵۱۔ کنز الفوائد :۔ از ابوزید حسین بن اسحاق مکتوبہ ۹۱۴ھ کتاب الاغذیہ کے ساتھ اس کتاب کی جلدبندی کی گئی ہے۔

۱۵۲۔ کتاب الاقوال الکافیہ :۔ یمن کے فرماں روا رسولیہ خاندان کے پانچویں سلطان الملک المجاہد علی بن داؤد (۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء تا ۷۶۴ھ / ۱۳۶۳ء) کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۹۹۲ھ نادر

۱۵۳۔ کتاب المنصوری :۔ از ابومحمد زکریا الرازی (متوفی ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء) دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۵۴۔ کتاب الوبار :۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر کے ایک طبیب قسطا بن لوقا کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۵۳ھ۔ نادر

۱۵۵۔ کتاب فی حفظ الصحت :۔ قسطا بن لوقا کی تصنیف گیارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۱۵۶۔ کتاب من لایحضرالطبیب :۔ از زکریا الرازی (متوفی ۳۲۰ھ / ۹۳۲ء) بظاہر گیارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۵۷۔ شرح الکلیات القانون :۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مصنف سدیدالدین قازدونی کی تصنیف۔ دو جلدوں میں مکتوبہ سنہ ۱۱۰۲ھ۔ نادر

۱۵۸۔ دستورالعجائب :۔ از داؤد انطاکی (متوفی ۱۰۰۸ھ / ۱۵۹۹ء) بظاہر بارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

١٥٩- کتاب التلویح الطب :- آٹھویں صدی ہجری کے ایک مصنف فخر الدین الجندی کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ١٣١٢ھ

١٦٠- کتاب التدبیر الجبلی :- از ابو العباس احمد بن محمد (متوفی سنہ ٣٨٠ھ / ٩٩٠ع) بظاہر تیرہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

علم الحیوان والنباتات والمعدنیات

١٦١- کتاب الاحجار :- تیسری صدی ہجری کے ایک مصنف عطارد بن محمود الحبیب کی تصنیف۔ بظاہر ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر۔

١٦٢- أزهار الافکار :- از ابو العباس احمد بن یوسف التیفاشی (متوفی سنہ ٦٥١ھ / ١٢٥٣ع) مکتوبہ سنہ ٨٣٩ھ

١٦٣- حیات الحیوان :- از کمال الدین الدمیری (متوفی سنہ ٨٠٨ھ) مکتوبہ سنہ ٥٣٩ھ

تاریخ

١٦٤- واصلات المتعبدین :- چھٹی صدی ہجری کے ایک عالم عمر بن محمد الموصلی کی تصنیف۔ گیارہ جلدوں میں سے صرف چھ جلدیں بظاہر چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

١٦٥- دلیل النبوۃ :- از حافظ ابو نعیم (متوفی سنہ ٤٣٠ھ / ١٠٣٨ع) مکتوبہ سنہ ٦٠٢ھ۔

١٦٦- کتاب سند الامام :- آٹھویں صدی ہجری کے ایک عالم محمد

بن قاسم النویری کی تصنیف۔ بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ نادر۔

۱۶۷۔ مراۃ الزمان :۔ از یوسف الابن جوزی (متوفی ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء) تیرہ جلدوں میں سے صرف ایک جلد۔ بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

۱۶۸۔ مختصر مراۃ الزمان :۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک عالم کی تصنیف۔ بظاہر آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

۱۶۹۔ کتاب المعراج :۔ ابوالقاسم القشیری (متوفی ۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء) مکتوبہ سنہ ۸۰۸ھ۔ نادر۔

۱۷۰۔ المختصر من سیرۃ سید البشر :۔ از عبدالمومن الدمیاطی (متوفی ۷۰۵ھ / ۱۳۰۵ء)۔ پانچ جلدوں میں سے صرف پانچواں حصہ۔ مکتوبہ سنہ ۷۸۶ھ۔ نادر

۱۷۱۔ البدایہ :۔ از ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء) دس جلدوں میں سے صرف ایک جلد۔ مکتوبہ سنہ ۸۹۲ھ

۱۷۲۔ المواہب اللدنیہ :۔ از قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء) خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ۔ مکتوبہ سنہ ۸۹۸ھ۔ نادر

۱۷۳۔ مراۃ الجنان :۔ از یافعی۔ (متوفی ۷۶۸ھ / ۱۳۶۶ء) نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۷۴۔ جمھرۃ الانساب :۔ از ابو محمد علی الفاسی (متوفی ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء) نویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

۱۷۵۔ تاریخ سلاطین آل عثمان :۔ دسویں صدی ہجری

کے ایک نامعلوم مصنف کی تالیف۔ مکتوبہ سنہ ۹۲۷ھ۔ نادر

۱۷۶۔ بہجت المحافل :۔ از ابو زکریا العامری (متوفی ۸۹۳ھ ۱۴۸۸ء)
مکتوبہ سنہ ۹۳۲ھ

۱۷۷۔ روضۃ المناظر :۔ از محب الدین (متوفی ۸۱۵ھ ۱۴۱۲ء)
مکتوبہ سنہ ۹۹۲ھ

۱۷۸۔ تذکرۃ الخواص الامت :۔ از ثبت ابن الجوزی (متوفی ۶۵۴ھ ۱۲۵۶ء)۔ مکتوبہ سنہ ۱۰۷۰ھ۔ نادر

۱۷۹۔ راس المال الندیم :۔ پانچویں صدی ہجری کے ایک مصنف ابو العباس احمد بن علی بن بنا کی تصنیف۔ بظاہر گیارہویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۱۸۰۔ عقد الجمان :۔ از بدر الدین العینی (متوفی ۸۵۵ھ ۱۴۵۱ء)
چھ جلدوں میں سے دوسری جلد۔ مکتوبہ سنہ ۱۱۳۳ھ

السیر و المدائح

۱۸۱۔ محدثوں کے سوانح حیات پر کسی نامعلوم مصنف کی تصنیف کا ایک جزو۔ گیارہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ

۱۸۲۔ تاریخ ابن عساکر :۔ از ابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ ۱۱۷۵ء)
آٹھ جلدوں میں سے صرف دو جلدیں۔ مکتوبہ سنہ ۶۱۴ھ

۱۸۳۔ طبقات الحنابلہ :۔ از ابو یعلیٰ (متوفی ۵۲۶ھ ۱۱۳۱ء)
مکتوبہ سنہ ۶۳۷ھ

۱۸۴۔ اسد الغابہ :۔ از عز الدین الجامعی (متوفی

سنہ ۶۳۰ھ/۱۲۳۲ء) صرف ایک جلد ۔ مکتوبہ سنہ ۶۹۲ھ

۱۸۵۔ الکامل :۔ از عبد الغنی (متوفی سنہ ۶۰۰ھ/۱۲۰۳ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۱۸۶۔ تہذیب الکمال :۔ از جمال الدین ابو الحجاج بن عبد الرحمن (متوفی سنہ ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء)۔ تیرہ جلدوں میں سے صرف ایک جلد مکتوبہ سنہ ۷۱۸ھ

۱۸۷۔ الکاشف :۔ از ذہبی (متوفی سنہ ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء) مکتوبہ ۸۳۲ھ

۱۸۸۔ منتخب التہذیب الاسماء واللغات :۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مصنف ابراہیم کی تصنیف۔ آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۱۸۹۔ تبصیر التنبیہ :۔ از ابن حجر (متوفی سنہ ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۱ھ

۱۹۰۔ الاشباہ :۔ از ابن حجر (متوفی سنہ ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء) نویں صدی ہجری کا مکتوبہ ایک خوبصورت نسخہ

۱۹۱۔ العلیار :۔ از سخاوی (متوفی سنہ ۹۰۲ھ/۱۴۹۴ء) مکتوبہ سنہ ۸۹۴ھ

۱۹۲۔ اختیار الرفیق :۔ از احمد بن سلامہ (متوفی ۷۶۹ھ/۱۳۶۷ء) مکتوبہ سنہ ۹۱۳ھ

۱۹۳۔ مختصر کتاب وفیات الاعیان :۔ نویں صدی ہجری کے ایک مصنف محمد بن ناجی کی تصنیف مکتوبہ سنہ ۸۹۹ھ

۱۹۴۔ دستور العلم :۔ از جمال الدین الطوسی (متوفی سنہ ۸۹۱ھ/۱۴۸۵ء) مکتوبہ سنہ ۱۱۲۲ھ۔ نادر

۱۹۵۔ نکات الہمیان :۔ از صلاح الدین الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲ء) مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ھ

۱۹۶۔ طبقات المفسرین :۔ از محمد بن علی الداؤدی (متوفی ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ھ نادر

۱۹۷۔ طبقات الحنابلہ :۔ ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ / ۱۳۹۲ء) دو جلدوں میں مکتوبہ سنہ ۱۲۹۷ھ۔ نادر

۱۹۸۔ طبقات الحنابلہ :۔ تیرہویں صدی ہجری کے مصنف محمد بن عبداللہ النجدی کی تصنیف۔ نادر

۱۹۹۔ تاریخ الطبقات :۔ تیرہویں صدی ہجری کے مصنف محمد بن عبداللہ النجدی کی تصنیف۔ دو جلدوں میں۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک۔ تیرہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

۲۰۰۔ رفع العصر :۔ از ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء) مکتوبہ سنہ ۱۳۱۰ھ۔ نادر۔

صرف و نحو

۲۰۱۔ شرح الجمل :۔ کسی نامعلوم مصنف کی تصنیف مکتوبہ ۵۷۵ھ

۲۰۲۔ الایضاح :۔ از ابو علی حسین الفارسی (متوفی ۳۷۷ھ / ۹۸۷ء) مکتوبہ سنہ ۵۹۹۔ نادر

۲۰۳۔ شرح اللمع :۔ از عکبری (متوفی ۶۱۶ھ / ۱۲۱۹ء) مکتوبہ سنہ ۶۱۱ھ

۲۰۴۔ اللمع :۔ از ابن جنی (متوفی ۳۹۲ھ / ۱۰۰۲ء) مکتوبہ سنہ ۶۲۰ھ

۲۰۵۔ الایضاح :۔ شرح المفصل :۔ از ابن حاجب

(متوفی ۶۴۶ھ / ۱۲۴۸ء) مکتوبہ سنہ ۶۹۰ھ۔ نادر

۲۰۶۔ المحصول فی شرح الفصول :۔ از جبین بغدادی (متوفی ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء) مکتوبہ سنہ ۶۷۴ھ

۲۰۷۔ بغیۃ الامل :۔ از ابوجعفر احمد بن یوسف بن علی (متوفی ۶۹۱ھ / ۱۲۹۲ء) مکتوبہ سنہ ۶۹۰ھ۔ نادر

۲۰۸۔ شرح الکافیہ :۔ از جمال الدین جیانی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) مکتوبہ ۷۱۶ھ

۲۰۹۔ المقرب :۔ از ابن عصفور (متوفی ۶۶۳ھ / ۱۲۶۴ء) مکتوبہ ۷۵۲ھ

۲۱۰۔ شرح اللباب :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک مصنف قطب الدین محمد بن مسعود کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۷۵۷ھ

۲۱۱۔ شرح الکافیہ :۔ از رازی۔ یہ کتاب رازی نے ۶۸۳ھ / ۱۲۸۴ء میں لکھی ہے۔ تین جلدوں میں۔ مکتوبہ سنہ ۸۲۲ھ۔ مشہور عالم عینی (متوفی ۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء) نے اس نسخہ کی کتابت کی ہے۔

عروض وبلاغت

۲۱۲۔ الجامع الکبیر :۔ از ابن اثیر (متوفی ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۲۱۳۔ مفتاح العلوم :۔ از سکاکی (متوفی ۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء) مکتوبہ سنہ ۷۲۲ھ

۲۱۴۔ المصباح :۔ از جمال الدین الجیانی (متوفی ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء) مکتوبہ سنہ ۷۳۲ھ۔ نادر

۲۱۵۔ المطول :۔ از سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ / ۱۳۸۸ء)
مکتوبہ سنہ ۹۴۷ھ

۲۱۶۔ التبیان :۔ از طیبی (متوفی ۷۴۳ھ / ۱۳۲۲ء) آٹھویں صدی
ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔ نادر

۲۱۷۔ الحاشیہ علی المطول :۔ از سید شریف (متوفی
۸۱۶ھ / ۱۴۱۳ء) مکتوبہ سنہ ۸۵۴ھ

۲۱۸۔ الحاشیہ علی المطول :۔ از حسین بن محمد (متوفی
۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء) مکتوبہ سنہ ۹۶۲ھ

۲۱۹۔ الحاشیہ علی المطول :۔ از نظام الدین عثمان
(متوفی ۹۰۱ھ / ۱۴۹۵ء) مکتوبہ سنہ ۹۶۷ھ

لغت

۲۲۰۔ تہذیب اللغات :۔ از ابو منصور محمد بن احمد ازہری
(متوفی ۳۷۰ھ / ۹۸۰ء) نو جلدوں میں سے صرف دو جلدیں۔ چھٹی صدی ہجری
کا لکھا ہوا نسخہ۔ نادر

۲۲۱۔ الصحاح :۔ از ابو نصر جوہری (متوفی ۳۹۳ھ / ۱۰۰۲ء) مکتوبہ
سنہ ۶۳۲ھ

۲۲۲۔ کتاب الصفات :۔ از ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ
(متوفی ۶۲۰ھ / ۱۲۲۳ء) مکتوبہ سنہ ۶۴۳ھ۔ نادر

۲۲۳۔ الجامع بین الغریبین :۔ از ابو عبد اللہ الہروی

ـــ ضمیمہ ۲ پر اس کا نام کتاب الغریبین فی القرآن والحدیث لکھا ہے اور مصنف کا نام
احمد بن محمد الہروی اور سال وفات ۴۰۱ھ لکھا ہے کتاب اور مصنف کے نام میں اختلاف ہے مگر موافق
تاریخ وفات ایک۔ موضوع کتاب ایک۔

(متوفی سنہ ۷۱۱ھ) مکتوبہ سنہ ۷۶۶ھ۔ نادر

۲۲۴۔ المقدمہ :۔ از زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ / ۱۱۴۳ء) مکتوبہ سنہ ۶۷۶ھ

۲۲۵۔ الحلیہ :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک مصنف محمد بن علی بن کامل کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۶۹۶ھ

۲۲۶۔ نظم الغریب :۔ از عیسیٰ بن ابراہیم (متوفی سنہ ۴۸۰ھ / ۱۰۸۷ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۲۷۔ فقہ اللغہ :۔ از ابو منصور عبدالملک بن محمد (متوفی ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء) آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۲۲۸۔ درۃ الغواص۔ از حریری (متوفی ۵۱۶ھ / ۱۱۲۲ء) مکتوبہ سنہ ۸۹ھ

۲۲۹۔ شمس العلوم :۔ از نشوان بن سعید (متوفی ۵۷۳ھ / ۱۱۷۷ء) مکتوبہ سنہ ۱۰۸۳ھ

۲۳۰۔ الجمہرہ :۔ از ابن درید (متوفی ۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) نویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ

ادب

۲۳۱۔ المثل السائر :۔ از ضیاء الدین ابن اثیر الجزری (متوفی ۶۳۷ھ / ۱۲۳۹ء) دو جلدوں میں۔ مکتوبہ سنہ ۶۲۸ھ

۲۳۲۔ المقامات :۔ از حریری (متوفی ۵۱۶ھ / ۱۱۲۲ء) مکتوبہ سنہ ۶۳۰ھ

۲۳۳۔ شرح الحماسہ :۔ از ابو علی المرزوقی (متوفی ۴۲۱ھ / ۱۰۳۰ء) مکتوبہ سنہ ۶۷۶ھ

۲۳۴۔ شرح المقامات :۔ ساتویں صدی ہجری کے ایک

مصنف مظہر الدین کی تصنیف۔ مکتوبہ سنہ ۶۸۰ھ

۲۲۵۔ شرح المعلقات :۔ از ابن نحاس النحوی (متوفی ۳۳۸ھ/۹۴۹ء) ساتویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۲۶۔ نسیم الصبا :۔ از بدر الدین الحلبی (متوفی ۷۷۹ھ/۱۳۷۷ء) مکتوبہ سنہ ۷۹۵ھ

۲۲۷۔ دیوان ابی وردی :۔ از ابو وردی (متوفی ۷۴۹ھ/۱۳۴۹ء) آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۲۸۔ شرح النہج البلاغہ :۔ از کمال الدین البحرینی (متوفی ۶۷۹ھ/۱۲۸۰ء) آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۲۹۔ الکواکب الدریہ :۔ از شرف الدین البوصیری (متوفی ۶۹۴ھ)۔ آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ایک خوبصورت نسخہ

۲۳۰۔ المقامات الجزاریہ :۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایک مصنف سدید الدین الجزاری کی تصنیف آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا نسخہ۔

۲۳۱۔ نہج البلاغہ :۔ از ابوالحسن الرازی (متوفی ۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء) آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ایک خوبصورت نسخہ

۲۳۲۔ سلوان المطع :۔ از شمس الدین الصقلی (متوفی ۵۶۵ھ/۱۱۷۰ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۲ھ

۲۳۳۔ انوار الربی :۔ کسی نامعلوم مصنف کی تصنیف۔ آٹھویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

۲۳۴۔ دیوان ابو العلا :۔ از ابو العلا المعری (متوفی

۴۴۹ھ/۱۰۵۷ء) مکتوبہ سنہ ۸۴۹ھ

۲۴۵- الحاشیہ علی قصیدۃ البردہ :- از زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء)- مکتوبہ سنہ ۸۵۶ھ

۲۴۶- انوار العقول :- (معروف بہ دیوان علی) مرتبہ قطب الدین الراوندی- سنہ ۸۵۸ھ کا مکتوبہ خوبصورت نسخہ

۲۴۷- نزہۃ النفوس :- از علی بن سودون (متوفی قریب ۸۴۰ھ/۱۴۰۷ء) مکتوبہ سنہ ۸۶۳ھ

۲۴۸- مراۃ الغزلان :- از محمد بن حسن (متوفی ۸۵۹ھ/۱۴۵۴ء) مکتوبہ سنہ ۸۸۷ھ

۲۴۹- عقلاء المجانین :- از حسن بن محمد (متوفی ۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء) نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ

۲۵۰- دیوان الوفائی :- از علی بن محمد الوفائی (متوفی ۸۰۷ھ/۱۴۰۵ء)- نویں صدی ہجری کا مکتوبہ نسخہ۔

ضمیمہ[1]

(ا)

لغات

۱۔ ادب الکاتب :۔ از عبداللہ بن قتیبہ (متوفی ۲۷۶ھ / ۸۸۹ء) بظاہر قدیم اور نہایت درجہ قابل اعتماد نسخہ۔ شروع سے آخر تک ہر لفظ پر اعراب دئے گئے ہیں۔

۲۔ کتاب الجمہرہ :۔ از محمد بن ور (متوفی ۳۲۱ھ / ۹۳۴ء) قدیم اور قابل اعتماد نسخہ۔ شروع سے آخر تک ہر لفظ پر اعراب دئے گئے ہیں۔

۳۔ تہذیب اللغہ :۔ از محمد بن احمد الازہری (متوفی ۳۷۰ھ / ۹۸۰ء) نامکمل نسخہ۔ لیکن بظاہر بہت ہی قدیم۔ شروع سے آخر تک اعراب دئے گئے ہیں۔

۴۔ کتاب الغریبین فی القرآن والحدیث :۔ از احمد بن محمد الہروی (متوفی ۴۰۱ھ) نہایت عمدہ نسخہ

۵۔ شمس العلوم :۔ از نشوان بن سعید الحمیاری (متوفی ۵۷۳ھ / ۱۱۷۷ء) نہایت عمدہ نسخہ۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب شائع کردی جائے۔

---

[1] یہ ضمیمہ ڈاکٹر عظیم الدین احمد (پی، ایچ، ڈی) نے مرتب کیا ہے۔

۶۔ضیاء العلوم :۔ ازمحمد بن نشوان ۔ مذکورۂ بالا کتاب اور یہ کتاب دونوں مل کر مذکورہ بالا کتاب کا مکمل نسخہ ہے۔

۷۔ لوامع النجوم :۔ مصنف نامعلوم

(ب)

صرف ونحو

۸۔کتاب الخصائص فی النحو :۔ ازابوالفتح عثمان بن جنّی (متوفی ۳۹۲ھ/۱۰۰۲ء)۔ نہایت عمدہ نسخہ۔ قابل اشاعت۔